چہار مقالہ

ھو الجلیل

انتساب

جو لوگ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ ایک معمولی اینٹ مٹی کی بنی ہوئی عمارت خدائے ذوالجلال کے ساتھ منسوب ہونے کے بعد کیسی عزیز و مکرم ہو جاتی ہے۔ اور وہی حرم کعبہ و کلیسا مسجد و مندر کے مقدس و محترم ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ وہ وصف اضافی کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ اسی خیال کے ماتحت میں اپنی کوششوں کے اس حقیر نتیجہ کو اس فاضل ادیب استاذی المعظم عالی جناب قاضی فضل حق صاحب ایم اے ماہر ادبیات فارسی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کے اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ اور بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہوں کہ جہاں یہ انتساب کتاب کے عز و اعتبار میں چار چاند لگا دے گا۔ وہاں مجھے بھی زاویہ خمول سے نکال کر منظر عام پر لے آئیگا۔ انشاء اللہ!

خاک نشین

عندلیب شادانی

بسم اللہ الجلیل

مقدمہ

ممالک ایران پر عربوں ترکوں مغلوں اور غز وغیرہ وحشی اقوام کے متواتر حملوں اور قتل و غارت نیز اہلِ ایران کے تغافل و تساہل کے باعث زبانِ فارسی کی ادبی اور علمی کتابیں تقریباً کل کی کل صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئیں۔ اور جو باقی ہیں۔ ان کی مقدار اس قدر قلیل ہے کہ انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔ انہیں نادرات میں سے ایک چہار مقالہ بھی ہے۔

اس کا اصلی نام مجمع النوادر تھا۔ مگر چونکہ ابواب کی بجائے اس کی تقسیم چار مقالوں پر ہے۔ اس لئے چہار مقالہ کے نام سے شہرت پائی اور اسم ظرف کے حجاب میں پوشیدہ ہو گیا۔ سنہ تالیف کا اگرچہ خود کتاب میں کہیں ذکر نہیں لیکن قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ۵۵۲ھ کے بعد کی تالیف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسی سال سنجر سلجوقی نے وفات پائی اور تالیف کتاب کے وقت وہ زندہ تھا۔ چنانچہ مصنف نے اس کے حق میں اس طرح دعا کی ہے۔ اطال اللہ بقاءہ وادام الی المعالی ارتقاءہ (ص ۶۹) ایک اور مقام پر سلطان سنجر اور سلطان علاؤ الدین غوری کو اس طرح دعا دی ہے خلد اللہ ملکہما وسلطانہما (ص ۱۱) اب دوسری طرف آئیے تو مصنف نے جہاں وہ کتب انشا گنائی ہیں۔ جن کا پڑھنا اور یاد کرنا

دبیروں کے لئے لازمی ہے۔ ان میں مقامات حمیدی بھی شامل ہے۔ (ص ۳۵) اور چونکہ مقاماتِ حمیدی کا سنہ تالیف ۵۵۱ھ ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ چہار مقالہ ۵۵۱ھ سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ اس طرح اس کی تاریخ ۵۵۱-۵۲ھ کے مابین محصور ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کا موضوع حکمتِ عملی ہے۔ مصنف کے خیال میں بادشاہ کے لئے چار قسم کے لوگوں کا وجود اشد ضروری ہے۔ قیامِ سلطنت کے لئے دبیر اور بقائے نام کے لئے شاعر کا وجود ناگزیر ہے۔ نظامِ امور میں منجم کے بغیر چارہ نہیں اور صحتِ جسمانی کے لئے طبیب کا ہونا لازمی ہے۔ بنا بریں ہر مقالے کے ضمن میں فرقِ مذکورہ میں سے ایک ایک گروہ کے لوازم و شرائط مخصوصہ کی تشریح کر کے تقریباً دس دس تاریخی حکایتیں مقام کی مناسبت توضیحِ کلام اور تائیدِ بیان کیلئے سپردِ قلم کی ہیں

چونکہ یہ کتاب مغول کی تاخت و تاراج سے کوئی پچاس سال قبل یعنی تقریباً ۵۵۰ھ (۱۱۵۶-۵۵ء) کی تالیف ہے۔ جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں۔ لہٰذا اس اختصار کے باوجود اپنی قدامت کی بنا پر فارسی لٹریچر کی کتابوں میں اس کو ایک زبردست اہمیت حاصل ہے۔

دوسرے اسکی غایت اہمیت کا سبب اسکی تاریخی حیثیت ہے اور اس اعتبار سے اس کا مقالہ دوم اشد اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسمیں بہت سے قدیم ایرانی شعرا کے نام ملتے ہیں جو ملوک سامانیہ و غزنویہ و دیالمہ و سلجوقیہ و غوریہ کے ہمعصر تھے۔ علاوہ بریں ان میں سے چند مشاہیر مثلاً رودکی، عنصری، فرخی، معزی، فردوسی، ازرقی، رشیدی اور مسعود سعد سلمان کے سوانح زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ حالات و واقعات ہیں جو

اس کتاب کے علاوہ کسی اور ادبی یا تاریخی ماخذ سے ہمیں دستیاب نہیں ہو سکتے نیز ادبی اعتبار سے بھی اُن کی اہمیت نہایت عظیم الشان ہے علیٰ ہذا مقالہ سوم میں عمر خیام کے متعلق جو بعض حالات مسطور ہیں وہ نہایت قابل قدر ہیں۔ کیونکہ اول تو چہار مقالہ پہلی کتاب ہے جس میں عمر خیام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے سوا مصنف خود عمر خیام کے ہمعصر تھے اور انہیں حکیم موصوف سے مُلاقات کا بھی موقعہ ملا ہے بلکہ ایک مقام پر انہوں نے اس امر کا بھی اعتراف کیا ہے کہ "اور ابرمن استادی بود" (ص ۹۸)۔

تیسرے ادبی اعتبار سے بھی چہار مقالہ کی وقعت و اہمیت بہت زیادہ ہے اگرچہ مرادفات کی کثرت۔ لغات عربیہ کی بھرمار، بے لطف قافیہ پیمائی اور لفظی صنعتگری ایران کے بیشتر انشا پردازوں خصوصاً متاخرین کا مخصوص انداز ہے لیکن اسکے برعکس چہار مقالہ کا اسلوب بیان نہایت صاف اور سادہ ہے اور مختصر لفظوں میں کثیر معنی کا ادا کر جانا اسکی ممتاز خصوصیت ہے عبارت کی بیساختگی و روانی طرز ادا کی دلکشی و شیرینی بندشوں کی چستی۔ فقروں اور جملوں کی باہم پیوستگی غرض عبارت کے جملہ اجزائے ترکیبی کی ساخت و وضع کچھ اس طور پر واقع ہوئی ہے جس نے اس کو بغایت مطبوع و گوارا بنا دیا ہے حُسنِ عبارت کیلئے کہیں کہیں رنگینی سے بھی کام لیا گیا ہے مگر اعتدال کے ساتھ ٹھیک اس طرح جیسے غازہ رُخ محبوب کو نکھار کر چمکا دے نہ اسقدر کہ اصلی رنگ کو دبا دے۔ فی نفسہ یہ فارسی کے انشا پردازوں کے لئے اس وقت بھی ایک ایک قابل تقلید نمونہ ہے اور فارسی کی صرف چند ہی کتابیں مثلاً تاریخ ابو الفضل بیہقی تاریخ گزیدہ شیخ عطار کا تذکرۃ الاولیا۔ شیخ سعدی کی گلستان۔ انشائے قائمقام اور دو چار۔ اور اس صف میں جگہ پا سکتی ہیں۔

باینہمہ چند مقامات خاص طور قابلِ غور و تامل ہیں۔ اوّل دیباچہ کی یہ عبارت
"و ایں امام بآفاق مشرق و مغرب و جنوب و شمال نتواند رسید تا اثر حفظ او
بقاصی و دانی رسد و امر و نہی او بعاقل و جاہل۔ لابد او را نایبان باشند کہ
باطراف عالم ایں نوبت ہمی دارند از ایشاں ہر یکے را ایں قوت نباشد کہ
ایں جملہ ضعیف تقریر کنند۔ لابد سائسے باید و قاہرے لازم آید۔ آں سائس و
قاہر را ملک خوانند یعنی بادشاہ و ایں نیابت را بادشاہی۔ پس بادشاہ
نائب امام است" (ص ۱۲)
اس عبارت میں کچھ عجیب خلط مبحث کیا ہے۔ شروع عبارت سے ایسا مفہوم
ہوتا ہے کہ امام کے نائب ملوک کے علاوہ اور لوگ ہیں اور ملوک قہر و سیاست میں
نائبین امام کے اجرائے احکام کا واسطہ ہیں۔ لیکن آخر عبارت میں صاف طور پہ
کہہ دیا کہ بادشاہ خود امام کے نائب ہیں۔ اس کے بعد۔
مقالہ دوم میں رودکی کے حالات میں لکھتے ہیں۔
کہ "نتوانند گفتن بدیں عذبی کہ او در مدح ہمے گویند در ہیں قصیدہ :۔
آفریں و مدح سود آید ہمے   گر بگنج اندر زیاں آید ہمے
و اندریں بیت از محاسن ہفت صنعت است اول مطابق۔ دوم متضاد
سوم مُردّف۔ چہارم بیانِ مساوات پنجم عذوبت ششم فصاحت ہفتم
جزالت۔ و ہر استادے کہ او را در علم شعر تبحرے است چوں اندکے
تفکر کند داند کہ من دریں مصیبم والسلام" (ص ۶۱)
اس محل پر کئی باتیں قابلِ غور ہیں اول پہلی تین صنعتیں یعنی مطابق و متضاد و مُردّف کو

لفظ صنعت سے اور باقی چار یعنی بیان مساوات و غمزویت و فصاحت و جزالت کو لفظ
مصدر سے تعبیر کرنا غایت درجہ رکیک تخفیف ہے اس لئے کہ اگر مراد نفس صنعت
کی تعداد ہے تو کل صنائع کو لفظ مصدر سے ظاہر کرنا چاہئے تھا اور اگر مقصود شمار ہے
کہ یہ صنائع اس میں صرف کیگئی ہیں تو سب کو لفظ صنعت سے ظاہر کرنا چاہئے تھا۔
دوم مطابق اور تضاد کو علیحدہ علیحدہ دو صنعتیں شمار کرنا کسی طرح درست نہیں اس لئے
کہ ضدین یا اضداد کا جمع کرنا ایک صنعت معنوی ہے مطابقہ و تضاد و طباق و تکافو
اسی ایک صنعت کے چار مختلف نام ہیں اور علم بدیع کی اصطلاح میں یہ سب مترادف
الفاظ ہیں سوم فصاحت کو صنائع میں سے شمار کرنا ایک عجیب بلکہ بے معنی سی
بات ہے اس لئے کہ فصاحت نظم و نثر بلغا کے لوازم میں سے ہے نہ کہ صنائع بدیع
میں سے کوئی صنعت یا صفت زائد کہ اس سے متصف ہونا کلام کے لئے باعث حسن
و زینت ہو اور اس کے فقدان سے کلام کو کوئی نقصان پہنچے علمائے بیان و معانی
میں سے آج تک کسی نے فصاحت کو صنائع میں شمار نہیں کیا۔ آگے چل کر فردوسی
کے حال میں تحریر فرماتے ہیں۔

فردوسی نیز سواد نشست و آں ہجو مشار من گشت و از اں جملہ
ایں شش بیت بیانات

مرا غمز کردند کاں پر سخن — بمہر نبی و علی شد کہن
اگر مہرشاں من حکایت کنم — چو محمود را صد حمایت کنم
پرستار زادہ نیاید بکار — وگر چند باشد پدر شہریار
ازیں در سخن چند رانم ہمے — چو دریا کرانہ ندانم ہمے

به نیکی نه بدنشاه را دستگاه — وگرنه مرا در نشاندے بگاه

چو اندر تبارش بزرگی نبود — ندانست نام بزرگان شنود (ص ۸۱-۸۲)

یہ ایک عجیب و غریب ادعا ہے۔ کیونکہ اسے صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں یہ ماننا پڑیگا کہ ان چھ شعروں کے علاوہ ہجو کے باقی مشہور و معروف اشعار جو آج بھی شاہنامہ کے شروع میں موجود ہیں۔ وہ فردوسی کے نہیں لیکن اسکے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اشعار زیر بحث کا فردوسی کی تصنیف سے ہونا تواتر سے ثابت ہے اسکے علاوہ ان اشعار کا طرز و اسلوب بالکل وہی ہے جو فردوسی کے باقی کلام کا انداز ہے۔ وہی متانتِ الفاظ۔ وہی زور۔ وہی پختگی۔ وہی وافی۔ وہی استحکام معانی غرض جس پہلو سے دیکھئے وہ فردوسی کا کلام ہونے کے سزاوار ہیں۔ بنا بریں ہمارے مصنف کا ادعائے بے بنیاد کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک فاضل ادیب اور ایک بلند پایہ ادیب ہونے کے باوجود چہار مقالہ کے مطالعہ سے فن تاریخ میں مصنف کی نمایاں کمزوری کا ثبوت ملتا ہے۔ کہیں مشہور اشخاص کے نام ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہیں کہیں سنہ وصال کی تقدیم و تاخیر ہے۔ کہیں واقعات کے انضباط میں پوری احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ غرض اسی قسم کی بہت سی لغزشیں ہوئی ہیں۔ جن میں سے بعض جو زیادہ اہم ہیں مثال کے طور پر ہم اجمالاً یہاں بیان کرتے ہیں۔

دولت غزنویہ کے بانی الپتگین کو نوح بن منصور بن نصر بن احمد کا ہمعصر لکھا ہے۔ حالانکہ وہ نوح بن منصور کی تخت نشینی سے مدتوں قبل وفات پا چکا تھا۔ (ص ۳۵)

پھر سبکتگین داماد و جانشین البتگین کا سیجوریوں سے مل کر خراسان پر چڑھائی کرنا اور اپنے خسر البتگین سے معرکہ آرا ہونا بیان کیا ہے حالانکہ البتگین اس واقعہ سے کچھ اوپر تیس سال پیشتر مر چکا تھا اور سبکتگین نے خود سیجوریوں پر فوج کشی کی تھی۔ نہ کہ البتگین پر۔ اور یہ تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے (ص ۳۶)

حسن بن سہل کو ذوالریاستین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ حالانکہ ذوالریاستین ان کے بھائی فضل بن سہل کا لقب تھا۔ پھر مامون کی زوجہ بوران کو فضل بن سہل کی بیٹی تصور کیا۔ حالانکہ بوران فضل کے بھائی حسن بن سہل کی بیٹی تھی (ص ۴۳)

المسترشد باللہ کو سلطان سنجر سے جا بھڑایا ہے حالانکہ مورخین کا اس پر اجماع ہے کہ المسترشد باللہ کی یہ لشکر کشی سلطان مسعود کے مقابلہ میں تھی (۴۶)

امیر شہاب الدین غازی دراصل ایک مجہول شخصیت ہے۔ مگر قیامت یہ ہے کہ مصنف نے خود اس واقعہ میں موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ ایک ایسی بے سروپا بات ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔ بجز اس کے کہ اس مقام پر عبارت میں ضرور تحریف ہوئی ہے (ص ۷۵)

عرب کے مشہور و معروف فیلسوف یعقوب بن اسحاق کندی جن کے آباؤ اجداد اور وہ خود عمائد مشاہیر اسلام میں سے تھے اور خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے عہد دولت میں مناصب جلیلہ پر ممتاز رہے تھے اور جن کے دادا اشعث بن قیس رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے۔ انہیں یہودی ٹھہرایا ہے اور ان کی اس فرضی یہودیت کی بنا پر ایک لمبی چوڑی حکایت گھڑ لی ہے۔ جو یکسر کذب و خرافات کا مجموعہ ہے (ص ۸۸)

فرقۂ باطنیہ کے ہاتھوں خواجہ نظام الملک طوسی کا قتل بغداد میں بیان کیا ہے۔

حالانکہ باتفاق مورخین وہ نہاوند میں قتل کئے گئے تھے (ص ۹۷)
طبیب مشہور محمد ذکریا رازی کو منصور بن نوح سامانی کا ہمعصر بتلایا ہے حالانکہ وہ منصور کی اورنگ نشینی سے کم از کم بیس سال قبل وفات پا چکے تھے۔ پھر لطف یہ کہ اس پا در ہوا بنیاد پر ایک لمبی چوڑی فرضی حکایت بھی تیار کر دی (ص ۱۱۰)
شیخ بو علی سینا کو علاؤالدولہ بن کاکویہ کا وزیر بتلایا ہے۔ حالانکہ وہ شمس الدولہ بن فخرالدولہ دیلمی کے وزیر تھے۔ علاوہ بریں شیخ کی وزارت کو ہمدان کی بجائے رے میں فرض کیا ہے (ص ۱۱۸)

حالات مصنّف

ابوالحسن نظام الدین یا نجم الدین احمد بن عمر بن علی سمرقندی معروف بہ نظامی عروضی چھٹی صدی ہجری کے ارباب فضل و کمال میں سے تھے تخلص کے ساتھ لفظ عروضی کس طرح ملحق ہو گیا؟ ارباب تذکرہ اس بارہ میں خاموش ہیں خود مصنف نے بھی اس مسئلہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ شاید انہوں نے فن عروض کی کوئی خاص خدمت انجام دی ہو یا انہیں اس فن سے مخصوص دلچسپی اور اسمیں یا ہو انہماک و شغف رہا ہو۔ اس بنا پر وہ آج تک اس لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔
ان کے کلام سے چند قطعات ہو کے سوا جو چنداں قابل اعتنا نہیں اب اور کچھ باقی نہیں رہا۔ لیکن نثر میں ان کا پایہ بہت بلند ہے اور انکا چہار مقالہ جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ انشائے فارسی کا بہترین نمونہ ہے۔ چہار مقالہ میں انہوں نے

ملک الجبال کے دربار کا جو واقعہ مقالہ دوم کی آخری حکایت میں بیان کیا اُس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ بدیہہ گوئی میں انہیں خاصی دستگاہ تھی چہار مقالہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیوۂ شاعری اور صنعت دبیری کے علاوہ فن طب ونجوم میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ مقالہ سوم و چہارم کی دو آخری حکایتیں اس دعویٰ کا بین ثبوت ہیں۔

ان کی تاریخ ولادت اور سنہ وفات کی بابت ہمیں کچھ علم نہیں۔ ان کے سوانح زندگی کے متعلق ہماری محدود وقلیل معلومات کے دو ماخذ ہیں۔ اول خود چہار مقالہ جس میں ضمنی و استطرادی طور پر مصنف کے کچھ نہ کچھ حالات ضبط تحریر میں آگئے ہیں۔ دوم مختلف تذکرے۔

چہار مقالہ میں مولانائے موصوف نے اپنے واقعات و حالات کے متعلق جو جو حوالے دیئے ہیں۔ ان سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ چھٹی صدی ہجری کا نصف اول انکی نمو و شہرت کا زمانہ ہے ان کی ولادت قطعی طور پر ۵۰۰ھ سے کچھ مدت قبل واقع ہوئی اور کم سے کم ۵۵۰ھ تک وہ ضرور زندہ تھے نیز یہ کہ وہ ملوک غور یہ کے ملازمین و مخصوصین میں سے تھے اور چہار مقالہ کو اسی سلسلے کے ایک شہزادہ ابوالحسن حسام الدین علی کے نام پر تالیف کیا ہے اس کتاب کی تالیف کے وقت اس خاندان سے تعلق ہوئے بینتالیس سال ہو چکے تھے (ص ۲) لیکن غوریوں سے ان کا تعلق اس قدر دیرینہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ یہ مدت وہ بینتالیس سال بیان کرتے ہیں حالانکہ ۵۱۲ھ تک ہم انہیں نیشاپور میں دیکھتے ہیں (ص ۸)

مقالہ دوم میں خود کو اُن چار شاعروں میں سے شمار کیا ہے۔ جن کے ربابت ....

ملوک غوریہ کے نام کو بقائے دوام حاصل ہے (ص ۵۴)

۵۰۴ھ میں وہ اپنے زادبوم سمرقند میں موجود تھے۔ اور رودکی شاعر کے متعلق دہقان ابورجا سے بعض حالات انہیں معلوم ہوئے تھے۔ (ص ۶۰)

۵۰۶ھ میں بلخ پہنچ کر وہ اپنے استاد عمر خیام سے ملتے ہیں اور اسی موقعہ پر عمر خیام نے اُن سے یہ پیشگوئی کی تھی کہ ہمیشہ میری قبر پر گل افشانی ہوتی رہے گی (۹۷-۹۸)

۵۰۹ھ میں انہیں ہرات میں قیام پذیر دیکھتے ہیں (ص ۷۳)

۵۱۰ھ میں ہرات سے روانہ ہو کر سلطان سنجر کے لشکر میں جاتے ہیں۔ جو دست قرو‌ق میں خیمہ زن تھا وہاں سے ملک الشعرا امیر معزی کی خدمت میں پہنچے ہیں اپنے اشعار انہیں دکھلاتے ہیں اور بے روزگاری کی شکایت کرتے ہیں۔ امیر معزی انہیں تسلی دیتے ہیں اور اپنے حالات ان سے بیان کرتے ہیں (ص ۶۹-۷۰) اسی سفر میں طوس پہنچ کر فردوسی کی قبر کی زیارت کرتے ہیں (ص ۸۲) اور اسی سال ہم انہیں نیشاپور میں دیکھتے ہیں۔ (ص ۲۹)

۵۱۲ھ میں بھی ہم انہیں نیشاپور میں موجود پاتے ہیں (ص ۱۰۸-۱۰۹)

۵۱۴ھ میں امیر معزی نیشاپور ہی میں ان سے محمود اور فردوسی کے متعلق ایک حکایت بیان کرتے ہیں (ص ۸۲) گویا اس چار پانچ سال کے دوران میں آپ کا قیام نیشاپور ہی میں رہا۔

۵۳۰ھ میں نیشاپور پہنچتے ہیں اور عمر خیام کے مزار کی زیارت کرتے ہیں اور چوبیس سال پہلے عمر خیام نے اُن سے اپنی قبر پر گل افشانی کے متعلق جو

پیشینگوئی کی تھی اُسے حرف بحرف صحیح پاتے ہیں (۹۸)
۵۴۷ھ جبکہ سلطان سنجر سلجوقی اور سلطان علاؤالدین غوری کے درمیان صحرائے اوبہ (حدود ہرات) میں جنگ ہوئی تھی تو آپ بھی غوریوں کے لشکر میں موجود تھے۔ اور غوریوں کی شکست کے بعد سلطان سنجر کے خوف سے مدت دراز تک ہرات میں چھپے رہے (ص ۱۲۶)
یہ ہیں وہ حالات جو خود چہار مقالہ سے مصنف کے متعلق ہمیں معلوم ہوتے ہیں ان واقعات کے علاوہ دیگر تذکروں سے مصنف کے حالات پر کوئی نئی روشنی نہیں پڑتی۔ کیونکہ سارے تذکرہ نویسوں نے اپنی عادت کے موافق ایک دوسرے سے نقل کیا ہے لہٰذا ان کے نوشتہ حالات کا بجنسہٖ یہاں درج کرنا محض بے سود ہے۔ تاہم اس خیال سے کہ مطالعہ کرنے والوں کو دوسرے تذکروں کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے ہم چار تذکروں سے جو نسبتاً قدیم تر اور زیادہ معتبر ہیں مصنف کے حالات نقل کرتے ہیں۔
سب سے قدیم کتاب جس میں ہمیں نظامی عروضی کے حالات ملتے ہیں وہ نورالدین محمد عوفی کی لباب الالباب ہے جو ۶۱۸ھ یعنی چہار مقالہ سے تقریباً ساٹھ سال بعد کی تصنیف ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ عوفی نے اس قرب عہد کے باوجود ہمارے مصنف کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ نہ لکھنے کے برابر ہے عبارات آرائی اور بے لطف قافیہ پیمائی کے سوا اور کچھ نہیں۔ عوفی کی اصل عبارت یہ ہے:۔
الاجل نجم الدین نظامی عروضی سمرقندی۔ نظم نظامی عروضی کہ نقود و عروض طبع او نتیجہ کان را تعبیر کند سلک درے است کہ عقد ثریا

را تزییف وکلم جوزا را تحقیر کند۔ واکثر شعر او ثنوی است و از متقدمان صنعت است از اشعار او آنچه در خاطر بود تحریر افتاد الخ"

اس کے بعد اُن کے اشعار لکھے ہیں جس سے مراد پانچ قطعے ہیں جو بیس شعر پر مشتمل ہیں۔ مگر چونکہ وہ سب ہزل و ہجو پر متضمن ہونے کے علاوہ پست اور تھسپھسے بھی ہیں۔ اس لئے ہم نے یہاں نقل نہیں کئے۔

لباب الالباب میں ایک اور مقام پر رودکی کے حال میں ان دو شعروں کو نظامی عروضی کی طرف منسوب کیا ہے۔

اے آنکہ طعن کردی در شعر رودکی ۔۔۔ این طعن کردن تو ز جہل است و کودکیست
کاں کس کہ شعر داند داند کہ در جہاں ۔۔۔ صاحب قران شاعری استاد رودکیست

انہیں دو شعروں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ نظم میں ان کا درجہ متوسط ہے۔
عوفی کے بعد حمد اللہ مستوفی تاریخ گزیدہ میں جو ۷۳۰ھ کی تصنیف ہے، ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

نظامی عروضی معاصر نظامی گنجہ بود و کتاب مجمع النوادر از مصنفات اوست۔ اشعار خوب دارد۔ گویند سلطان از و پرسید نظامی غیر از تو کیست گفت۔

در جہاں سہ نظامیم اے شاہ ۔۔۔ کہ جہانے ز ما بہ افغانند"

اس کے بعد اس قطعہ کے باقی اشعار ہیں جو مقالہ دوم کی آخری حکایت میں مسطور ہیں۔

مگر حمد اللہ مستوفی کا یہ بیان کہ نظامی عروضی اور نظامی گنجوی ہم عصر ہیں،

کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لئے چہار مقالہ کی جس حکایت سے مذکور الصدر واقعہ اور اشعار اخذ کئے گئے ہیں۔ خود اسی حکایت سے اس بیان کی تردید ہوتی ہے چہار مقالہ کی عبارت یہ ہے۔

"ہمیدون آن پادشاہ را دیدم کہ متغیر گشت و در حال روئے سوئے من کرد وگفت جز تو چاست نظامی ہست گفتم بلے اے خداوند دو نظامی دیگر اند۔ یکے سمرقندی است واو را نظامی منیری گویند۔ و یکے نیشاپوری او را نظامی اثیری گویند" (ص ۸۳-۸۴)

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں جن دو نظامیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ نظامی گنجوی کے علاوہ ہیں اس کے سوا نظامی گنجوی کا دور شاعری جس وقت شروع ہوتا ہے۔ نظامی عروضی کا زمانہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے۔ نظامی گنجوی کا سنہ ولادت پانچسو پینتیس ۵۳۵ ہجری ہے اور ان کی پہلی تصنیف مخزن اسرار اپنی عمر کے چالیسویں سال کے قریب یعنی ۵۷۲ھ یا ۵۷۵ھ میں شائع ہوتی ہے۔ اور نظامی عروضی اگرچہ ہم ان کے سال وفات سے ناواقف ہیں۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اس وقت تک زندہ نہ تھے۔

حمد اللہ مستوفی کے بعد دولت شاہ نے اپنے تذکرۃ الشعرا میں جو ۸۹۲ھ کی تصنیف ہے ان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

"ذکر مقبول الملوک نظامی عروضی سمرقندی۔ مرد صاحب فضل بودہ وطبع لطیف داشتہ۔ الحمد شاگرد امیر معزی است و در علم شعر ماہر بودہ و داستان ویس و رامین را بنظم آوردہ۔ و گویند کہ آن

داستان را شیخ بزرگوار نظامی گنجوی نظم کردہ قبل از خمسہ و کتاب چہار مقالہ
از تصانیف نظامی عروضی است و آں نسخہ ایست بغایت مفید
در آداب معاشرت و حکمت عملی و دانستن آئین خدمت ملوک
وغیرہ ذالک۔ و ایں بیت از داستان ویس و رامین کہ
از نظم نظامی عروضی است آوردہ میشود تا وزن ابیات آں
نسخہ معلوم گردد۔

"آں خواستہ آرش را کماں گیر کہ از عامل مرو تا اخت او تیر"

لیکن ارباب تذکرہ اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ نظم ویس و رامین فخر الدین
اسعد گرگانی کی تصنیف ہے نظامی عروضی یا نظامی گنجوی کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔
دولت شاہ کے بعد امین احمد رازی تذکرہ ہفت اقلیم میں جو ۱۰۰۲ھ کی
تالیف ہے۔ اور جس میں شہروں کے ناموں کی ترتیب مد نظر رکھی گئی ہے
سمرقند کے ذیل میں لکھتا ہے۔

نظام الدین احمد بن علی العروضی از نیکو طبعان زمان خود بودہ در آں
عصر نظمش نتیجہ کمال را التعبیر داشتے و نثرش عقد ثریا را تحقیر نمودے و او در
مثنوی از متعدیان صنعت است و چند تالیف در آں پرداختہ مجمع
النوادر و چہار مقالہ و نثرا از مصنفات او ست۔ نور الدین محمد عوفی
در تذکرہ خود و پیر او را از ملک شعرائے سلطان طغرل بن ارسلان سلجوقی

لے در اصل چہار مقالہ کا اصلی نام مجمع النوادر ہے چہار مقالہ اور مجمع النوادر کو غلطی سے علیحدہ علیحدہ
تصور کرنا جیسا کہ صاحب تذکرہ ہفت اقلیم کا خیال ہے۔ ہرگز درست نہیں۔ ۱۲

ہیں۔ جن کا غلط نامہ میں حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اس اڈیشن میں درست کر دی گئی ہیں۔ اور بفضلہ اب یہ نسخہ بہمہ وجوہ مکمل ہے۔ امید کہ فارسی کے شائقین عموماً اور متعلمین خصوصاً اس سے حسب دلخواہ بہرہ اندوز ہونگے انشاء اللہ۔

خاک نشین عندلیب شادانی

(ریاست رامپور)

دوشنبہ ۱۸ اگست ۱۹۲۴ء

هو الجلیل

دیباچه

حمد و شکر و سپاس مر آن پادشاهی را که عالم عود و معاد را بتوسط ملائکهٔ کروبی و روحانی در وجود آورد ـ و عالم کون و فساد را بتوسط آن عالم هست گردانید و سیاست بامر و نهی انبیا و اولیا نگاه داشت بشمشیر و قلم ملوک و وزرا و درود بر سید کونین که اکمل انبیا بود و آفرین بر اهل بیت و اصحاب او که افضل اولیا بودند ـ و ثنا بر پادشاه وقت ملک عالم عادل، مؤید مظفر منصور، حسام الدولة والدین، نصرة الاسلام والمسلمین قامع الکفرة والمشرکین، قاهر الزنادقة والمتمردین، عمدة الجیوش فی العالمین، افتخار الملوک والسلاطین ـ ظهیر الایام، مجیر الانام، عضد الخلافة، جمال الملة، جلال الامة ـ نظام العرب والعجم ـ اصیل العالم، شمس المعالی ـ ملک الامراء ابوالحسن علی بن مسعود نصیر امیر المؤمنین که زندگانیش بکام او باد، بیشتر از عالم بنام او باد، و نظام فرزندان آدم باهتمام او باد که امروز افضل پادشاهان وقت است باصل و نسب و رای و تدبیر و عدل و انصاف و شجاعت و سخاوت و پیراستن ملک و آراستن ولایت و پروردن دوستان و قهر کردن دشمن و برداشتن لشکر و نگاه داشتن رعیت، و دامن داشتن [illegible] و [illegible] داشتن ممالک برای راست و خرد درست و عزم قوی [illegible] که سلطانیت [illegible] جمال او منقاد و مسلم است و بانواع [illegible] آن [illegible] کمال او مسلم است که باری تعالی او را با [illegible] آن خاندان از ملک و [illegible]

خود عطیت پادشاه کیست و این تشریف از کجا است و این تلطیف هر کراست
و این سپاس بچه وجه باید داشتن و این منت از چه روی قبول باید کردن
تا ثانی سید ولد آدم و ثالث آفریدگار عالم بود، چنانکه در کتاب محکم و کلام قدیم
لآلی این سه اسم متعالی در یک سلک نظم بار داده است و در یک سمط جلوه کرده
قوله عزّ و جلّ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ که در مدارج
موجودات و معارج معقولات بعد از نبوت که غایت مرتبهٔ انسان است
هیچ مرتبه ورای پادشاهی نیست و آن جز عطیت الهی نیست. ایزد عز و جلّ
پادشاه وقت را این منزلت کرامت کرده است و این مرتبه واجب داشته
تا بسنن ملوک ماضیه می‌رود و رعایا را بر قرار قرون خالیه ممهد دارد۔

فصل

رأی عالی اعلاه الله بفرماید دانستن که موجوداتی که هستند از دو بیرون
نیست، یا موجودی است که وجود او بخود است یا موجودی که وجود او بغیر است
آن موجود را که وجود او بخود است واجب الوجود خوانند و آن باری تعالی و تقدس است
که بخود موجود است، پس همیشه بوده است زیرا که منتظر غیری نبود و همیشه
باشد که قائم بخود است بغیر نی۔ و آن موجود را که وجود او بغیر است ممکن الوجود
خوانند و ممکن الوجود چنان بود که مثلاً وجود نبات از منی است و وجود منی از خون است
و وجود خون از غذا و وجود غذا از آب و زمین و نبات است و وجود ایشان از چیزی
دیگر و این همه آنند که دی نبود و باشد فردا نخواهد بود، و چون باستقصاء

تامل کرده آید این سلسلهٔ اسباب بجستن تا سببی که او را وجود از غیرے نبود
و وجود او بذات واجب است، پس آفریدگار این همه اوست و همه از و
در وجود آمده و باو قائم اند۔ و چون درین مقام اندک تفکر کرده آید خود
روشن شود که کلی موجودات هستی اند بنیستی چاشنی داده، او هستی است بدوام
ازل و ابد آراسته و چون اصل مخلوقات بنیستی است روا بود که باز نیست شوند
و نیز بزبان زمرهٔ انسانی گفته اند که کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِه هر چیزے باصل
خویش باز شود، خاصه در عالم کون و فساد پس ما که ممکن الوجودیم اصل ما نیستی
است و او که واجب الوجود است عین او هستی است و هم او لم یزل بوده
و رفع شانه در کلام مجید و نیز همین سے فرمایا کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَه
اما باید دانست که این عالم را که در تحت فلک قمر است و در دائره
این کرهٔ اول او را عالم کون و فساد خوانند و چنان تصور باید کرد که در مقعر
فلک قمر آتش است و فلک قمر گرد او در آمده و در درون کرهٔ آتش هوا است،
آتش گرد او در آمده، و در درون هوا آب است، هوا گرد او در آمده، و در درون
آب خاک است آب گرد او در آمده، و در میان خاک نقطه ایست موهوم هر خطے
که از و به فلک قمر رود همه با یکدیگر یکسان باشند به سبب ما فرود "گوئیم آن نقطه را خواهیم
یا آنچه بدو نزدیک تر است و هر چه از فرو گوئیم از فلک قمر خواهیم یا آنچه
بدو نزدیک تر است۔ و آن فلکی که برتر از همه فلکها است فلک البروج است و از آن سوے او هیچ
نیست و عالم جسمانی بدو متناهی شود و همچنین سپری گردد، اما الله تبارک تعالی
بحکمت بالغه چون خواست که درین عالم معادن و نباتات و حیوان پدید آرد و ستارگان را

بیافرید خاصه آفتاب و ماه را و کون و فساد اینها بحرکات ایشان باز بست
و خاصیت آفتاب آنست که چیزها را انعکاس گرم کند چون بآب رسد و کیفیت گرمی
برکشد یعنی جذب کند آب را به ابری گرم بکرده بتوسط گرمی جذب آب بطرف و بالا
تا زمین را یک پیچ پیش نشانه سبب بخار که از پیچ عاکس گشته بود
ببالا بر رفت و طبع آب آنست که فرود آید و گردش شود چنانکه بعضی جاها
معهود است و برای العین دیده میشود پس گویا پدید آمد از آب بهار بشتیبانی
آفتاب و زمین از آنچه بود پس باره باز نشسته آب از فرود پدید خشک شده
پس پشتی مال کرده بوده آید پس این را پیچ شود ... و در
سکون خوانند یا انکه آبات الهی و مسکون است۔

فصل

چون آثار این کواکب و قطرات این عناصر اثر کرد و از ان نقطه موهوم منعکس
گشت از میان خاک و آب و هوا صحت یا دو آتش این جمادات پدید آمد چون
کوهها و کانها و ابر و برف و باران و رعد و برق و کواکب منقضه و ذوات الذوایب
و نیازک و عصی و هاله و حریق و صاعقه و زلزله و چشمه گوناگون چنانکه در
آثار علوی این را شرحی بمقام خود داده شده است و درین مختصر جای شرح
و بسط آن نبود اما چون روزگار بر آمد و ادوار فلک بسیار گذشت و مزاج
عالم سفلی نضجی یافت و نوبت انفعال بدان درجه رسید که میان آب و هوا بود
ظهور عالم نبات بود پس این جوهر از نباتات ظاهر گشت و تبارک و تعالی

فصل

اما چوں ایں عالم کمال یافت و اثر آباء عالم علوی در امہات سفلی تاثیر کرد
دولت بہ تفرجہ ہوا و آتش رسید فرزند لطیف تر آمد و ظہور عالم حیوان بود
و آں قوتہا کہ نبات داشت با خود آورد و دو قوت او را افزود یکے قوت
اندریافت کہ او را بدن کہ خوانند کہ حیوان چیزہا را بدو اندریابد و دوم قوت
جنبانندہ کہ بتایید او حیوان بجنبد و بدانچہ ملائم اوست میل کند و از انچہ منافر
اوست بگریزد و او را قوت محرکہ خوانند - اما قوت مدرکہ منشعب شود بدہ شاخ
پنج را از و حواس ظاہر خوانند و پنج را از دو حواس باطن - حواس ظاہر چوں لمس و
ذوق و بصر و سمع و شم - اما قوت لمس قوتے است کہ پراگندہ در پوست و گوشت
حیوان تا چیزے کہ مماس او شود اعصاب ادراک کنند و اندریابد چوں خشکی و تری
و گرمی و سردی و سختی و نرمی و درشتی و نغزی - اما ذوق قوتے است
ترتیب کردہ در آں عصب کہ گستردہ است بر روئے زبان طعامہائے
متحلل را دریابد از اں اجرام کہ مماس شوند بآں و وا جدا کند میان شیریں و تلخ و تیز
و ترش و امثال آں - اما سمع قوتے است ترتیب کردہ در عصب متفرق کہ در سطح
صماخ است دریابد آں صوتے را کہ منادی شود بدو از تموج ہوائے کہ افسردہ
باشد میان متقارعین یعنی دو جسم برہم کوفتہ کہ از ہم کوفتن ایشاں را موج زند
و تادیت آواز شود تا دیہ کند ہوائے را کہ ایستادہ است اندر تجویف
صماخ و مماس او شود بداں عصب پیوندد و بشنود - اما بصر قوتے است

ترتیب کرده در عصبهٔ مجوفه که دریابد آن صورتی را که منطبع شود در رطوبت
جلیدی از اشباح و اجسام ملوّن بمیانجی جسمی شفاف که ایستاده بود اندرو تا سطح
اجسام صقلیه. امّا ششم قوّتی است ترتیب کرده در آن زیادتی که از مقدم دماغ
بیرون آمده است مانند دو سر پستان زنان که دریابد آنچه تادیه کنند
بدو هوای مستنشق از بوی آمیخته باشد با بخاری که با وی همی آید یا منطبع
شده باشد در وی با استحالت از جرم بوی دار.

فصل

امّا حواس باطن بعضی آنند که صور محسوسات را دریابند و بعضی آنند که
معانی محسوسات را دریابند. اوّل حس مشترک است و او قوّتی است ترتیب
کرده در تجویف اوّل از دماغ که قابل است بذات خویش مر جملهٔ صورتها را که
حواس ظاهر قبول کرده باشند و در ایشان منطبع شده که بدو تادیه کنند و محسوسها
آنگاه محسوس شود که او قبول کند. دوم خیال است و او قوّتی است ترتیب
کرده در آخر تجویف مقدم دماغ که آنچه حس مشترک از حواس ظاهر قبول کرده
باشد او نگاه دارد و بماند در وی بعد غیبت محسوسات. سوم قوّت متخیله است
و چون او را با نفس حیوانی یاد کنند متخیله گویند و چون با نفس انسانی یاد کنند مفکره
خوانند و او قوّتی است ترتیب کرده در تجویف اوسط از دماغ و کار او آن
است که آن جزئیات را که در خیال است با یکدیگر ترکیب کند و از یک
دیگر جدا کند باختیار اندیشه. چهارم قوّت وهم است و او قوّتی است

وگستردنی ساخت و از عالم حیوان مرکب و حمال کرد و از هر سه عالم دارو ما
برگزید و خود را بدان معالجت کرد این همه تفوق او را بچه رسید بدانکه
معقولات را بشناخت و بتوسط معقولات خدائے را بشناخت و
خدائے را بچه شناخت بدانکه خود را بشناخت مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ
فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ پس این عالم بر سه قسم آمد یک قسم آن است که
نزدیک است بعالم حیوان چون بیابانیان و کوهیان که خود همت ایشان
بیش از آن نه رسد که تدبیر معاش کنند بجذب منفعت و دفع مضرت
باز یک قسم اهل بلاد و مدائن اند که ایشان را تمدن و تعاون و استنباط
حرف و صناعات بود و علوم ایشان مقصور بود بر نظام این شرکتے که هست
میان ایشان تا انواع باقی ماند باز یک قسم آنند که ازین همه فراغتے دارند
لیلاً و نهاراً سراً و جهاراً کار ایشان آن باشد که ما کیم و از چه در وجود آمده
ایم و پدید آرنده ما کیست یعنی که از حقائق اشیا بحث کنند و در آمدن
خویش تأمل و از رفتن تفکر که چگونه آمدیم و کجا خواهیم رفتن و باز این قسم
دو نوع اند یکے نوع آنند که باستاد و تلقف و تکلف و خواندن و نبشتن
کتابهائے این فکرت برسند و این نوع را حکما خوانند و باز نوعے آنند که بے استاد
و نبشتن کتابهائے این فکرت برسند و این نوع را انبیا خوانند و خاصیت
نبی سه چیز است یکے آنکه علوم داند نا آموخته و دوم آنکه از دی و فردا خبر دهد
نه از طریق مثال و قیاس و سوم آنکه نفس او را چندان قوت بود که از هر جسم که خواهد
صورت ببرد و صورتے دیگر آرد و این نتواند الا آنکه او را با عالم ملائکه مشابهتے

بود پس در عالم انسان هیچ والئے او نبود و فرمان او بمصالح عالم نافذ بود که
هر چه ایشان دارند او دارد و زیادتے دارد که ایشان ندارند یعنی پیوستن
بعالم ملائکه و آن زیادتے را بجمل نبوت خوانند و بتفصیل چنانکه شرح
کردیم و تا این انسان زنده بود مصالح دو عالم با امت همے نماید بفرمان
باری عز اسمه و بواسطه ملائکه و چون به انحلال طبیعت رفت بدان عالم
آمد و از اشارات باری عز اسمه و از عبارات خویش و سنتے بگذارد
قائم مقام خویش دو سه را نائبے باید بر آیند تا شرح و سنت
او بپای دارد و این کس باید که اتصل آن جمع و اکمل آن وقت بود تا این
شریعت را احیا کند و این سنت را امضا نماید و او را امام خوانند و این
امام با آفاق مشرق و مغرب و شمال و جنوب نتواند رسید تا اثر حفظ او
بقاصی و دانی رسد و امر و نهی او بعاقل و جاهل لابد او را نائبان باید که
باطراف عالم این نوبت همے دارند و از ایشان هر یکے را این قوت نباشد
که این جمله بعنف تقریر کند لابد بسائسے باید و قاهرے لازم آید آن سائس و
قاهر را ملک خوانند یعنی پادشاه و این نیابت را پادشاهی پس پادشاه نائب
امام است و امام نائب پیغامبر و پیغامبر نائب خدائے عز و جل و
خوش گفته درین معنی فردوسی —

چنان دان که شاهی و پیغمبری　　دو گوهر بود در یک انگشتری

و خود سید ولد آدم فرماید — الدین والملک توأمان — و این [illegible]
دو برادر همزادند که در تکون و ذات از یکدیگر هیچ زیادت و نقصان ندارند.

پس بحکم این قضیت بعد از پیغامبری هیچ عملی گرانتر از پادشاهی و هیچ
عملی قوی‌تر از ملک نیست پس دیگران او کسانی باشند که حل و عقد
عالم و صلاح و فساد بندگان خدای بمشورت و رای و تدبیر ایشان
بازبسته بود باید که هر یکی از ایشان افضل و اکمل وقت باشند و دبیر و شاعر
و منجم و طبیب از خواص پادشاه اند و از ایشان چاره نیست قوام ملک به
دبیر است و بقای اسم جاودانی بشاعر و نظام امور به منجم و صحت بدن به
طبیب و این چهار عمل شاق و علم شریف از فروع علم حکمت است دبیری و
شاعری از فروع علم منطق است و منجمی از فروع علم ریاضی و طبیبی از فروع
علم طبیعی پس این کتاب مشتمل است بر چهار مقالت

اول - در ماهیت علم دبیری و کیفیت دبیر کامل

دوم - در ماهیت علم شعر و صلاحیت شاعر

سوم - در ماهیت علم نجوم و غزارت منجم در آن علم

چهارم - در ماهیت علم طب و هدایت طبیب و کیفیت او

و در هر مقالتی از کلمات آنچه درین کتاب لایق بود آورده شد و
پیدا کرده ده حکایت طرفه از نوادر آن باب و از بدایع آن مقالات که آن
طبقه را افتاده باشد آورده آمد تا پادشاه را روشن شود و معلوم گردد که دبیری
نه خرد کاریست و شاعری نه اندک شغلی و نجوم علمی ضروری است
و طب صنعتی که پادشاه خردمند را چاره نیست از این چهار شخص
دبیر و شاعر و منجم و طبیب

مقالهٔ اوّل

در ماهیّت دبیری و کیفیت دبیر کامل و آنچه تعلّق بدین دارد

دبیری صناعتے است مشتمل بر قیاسات خطابی و بلاغی منتفع در
مخاطباتے که در میان مردم است بر سبیل محاورت و مشاورت و مخاصمت
در مدح و ذم و حیله و استعطاف و اغراء و بزرگ گردانیدن اعمال و خرد
گردانیدن اشغال و ساختن وجوهِ عذر و عتاب و احکام وثائق و اذکار سوابق
و ظاهر گردانیدن ترتیب و نظام سخن در هر واقعه تا بر وجه اولےٰ و احریٰ ادا
کرده آید۔ پس دبیر باید که کریم الاصل شریف العرض۔ دقیق النظر
عمیق الفکر ثاقب الرائے باشد۔ و از ادب و ثمراتِ آں قسم اکبر و حظِ اوفر
نصیب او رسیده باشد و از قیاساتِ منطقی بعید و بیگانه نباشد و مراتب ابنا
زمانه شناسد و مقادیر اہلِ روزگار داند و به حطامِ دنیاوی و مزخرفاتِ
آں مشغول نباشد و بتحسین و تقبیح اصحابِ اغراض و اربابِ اغماض
التفات نکند و غرّه نشود و غرضِ مخدوم را در مقاماتِ ترسّل از
مواضعِ نازل و مراسم خامل محفوظ دارد۔ و در اثناءِ کتاب و سیاق ترسّل
بر اربابِ حرمت و اصحابِ حشمت نه ستیزد۔ و اگر چه میانِ مخدوم و مخاطب

بود. و امیر نوح از بخارا بزاولستان بنوشت تا سبکتگین با لشکر بیاید و سیمجوریان
از نشاپور بیایند و با الپتگین مقاتله کنند و آن حرب سخت معروف است
و آن واقعه صعب مشهور. پس از آنکه آن لشکرها بهرات رسیدند،
امیر نوح بن علی بن محتاج الکشانی را که حاجب الباب بود الپتگین فرستاد
با نامه چون آب و آتش مضمون او همه وعید و مقرون او همه تهدید
صلح را مجال ناگذاشته و آشتی را سبیل رها ناکرده چنانچه در
چنین واقعه و در چنین داهیه خداوند شمشیر قاضی به بندگان عاصی نویسد
همه نامه پر از آنکه بیایم و بگیرم و بکشم. چون حاجب ابوالحسن علی بن محتاج
الکشانی نامه عرضه کرد و پیغام بگفت و هیچ بار نگرفت الپتگین آزرده بود
آزرده تر شد. بر آشفت و گفت من بنده پدر اویم. اما در آن وقت که
خواجه من از دار فنا بدار بقا تحویل کرد او را بمن سپرد نه مرا بدو. و اگرچه
اندر روی ظاهر مرا در فرمان او همی باید بود. اما چون این قضیت را تحقیقی
نتیجه برخلاف این آید که من در مراحل شیبم و او در منازل شباب. آنها
که او را برین بعث همی کنند ناقض این دولت اند، نه ناصح و هادم این
خاندان اند نه خادم. و از غایت زعارت با سکافی اشارت کرد که چون نامه
جواب کنی از استخفاف هیچ باز نگیر و بر پشت نامه خواهم که جواب کنی. پس
اسکافی بر بدیهه جواب کرد و اول بنوشت بسم الله الرحمن الرحیم
یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فاتنا بما تعدنا ان کنت
من الصادقین. چون نامه با میر خراسان نوح بن منصور رسید

آں بخوانا تعجبہا کرد و خواہندگان دولت حیران فرو ماندند۔ پیران انگشت بدنداں گزیدند۔ چوں کار الپتگین یکسو شد اسکافی متواری گشت و ترساں و ہراساں ہمی بود۔ تا یک نوبت کہ نوح کس فرستاد و اورا طلب کرد و دبیری بدو داد۔ کار او بالا گرفت و در میان اہل قلم منظور و مشہور گشت۔ اگر قرآں نیکو ندانستے دراں واقعہ بدیں آیت نرسیدے و کار او از آں درجہ بدیں غایت نکشیدے۔

حکایت

چوں اسکافی را کار بالا گرفت و در نامت امیر نوح بن منصور متمکن گشت و ماکان کاکوی بہ رے و کوہستان عصیاں آغاز کرد و سر از ربقہ اطاعت بکشید و عمال بخوارہم کہ فرستاد و چند شہر از کوشش بدست فرو گرفت و نیز از سامانیاں یاد نکرد۔ نوح بن منصور بترسید از آنکہ او مردے سہمگین و کافی بود و بخارا کہ حال او شنید انگشت و ناش سپہ سالار را با ہفت ہزار سوار مجرب او نامزد کرد کہ برود و آں فتنہ را فرو نشاند و آں شغل گراں از پیش برگیرد۔ براں وجہ کہ مصلحت بیند کہ ناش عظیم خردمند بود و روشن رائے و در مضائق چست دست و چابک پیر بس رفتے و پیر جنگ بودے و از کارہا ہیچ بیم او باز نگشتہ بود و از حربہا ہیچ شکستہ نیامدہ بود تا او زندہ بود ملک بنی سامان رونقے تمام و کار ایشاں طراوتے قوی داشت۔ پس دریں واقعہ امیر عظیم مشغول دل بود و پریشان خاطر کس فرستاد و اسکافی را بخواند۔

و باقی حرب نکردند و ماکان کشته گشت تا پس از آن که از گرفتن و
بستن و کشتن فارغ شده روی باسکافی کرد و گفت کبوتر بباید فرستاد
بر مقدمه تا از پی او مسرع فرستاده شود و با جمله وقائع را یک یک نکته
باز باید نمود چنانکه همگی احوال را دلیل بود و کبوتر نتواند کشید و مقصود
بیان نتواند شد اسکافی دو انگشت کاغذ برگرفت و بنوشت اما ماکان
فصار کاسمه والسلام که ازین ما ما نفی خواست و از کان فعل ماضی
تا پارسی خیال بود که ماکان چون نام خویش شد یعنی نیست شد - چون این
کبوتر به امیر نوح بن منصور رسید از فتح چندان تعجب نکرد که
ازین لفظ و سخن ... ترفیه اسکافی تا نه فرمود و گفت چنین کس فارغ
دل باید تا به چنین نکتها برسد۔

حکایت

بر صناعت که تعلق بفکر دارد صاحب صناعت باید که فارغ دل و
مرفه باشد که اگر بخلاف این بود سهام فکر او متلاشی شود و بر هدف
صواب جمع نیاید زیرا که جز بجمعیت خاطر چنان کلمات باز نتوان خورد
آورده اند که یکی از دبیران خلفای بنی عباس رضی الله عنهم بوالی مصر نامه
می نوشت و خاطر جمع کرده بود و در بحر فکرت غرق شده و سخن می پرداخت
چون در ثمین و ماء معین ناگاه کنیزک در آمد و گفت آرد نماند دبیر چنان
شوریده طبع و پریشان خاطر گشت که آن سیاق سخن از دست بداد و بدان

صفت منفعل شد که در نامہ بنوشت کہ آرد نماند۔ چنانکہ آں نامہ را تمام کرد و پیش خلیفہ فرستاد۔ واز ایں کلمہ کہ نوشتہ بود ہیچ خبر نداشت چوں نامہ بخلیفہ رسید و مطالعہ کرد۔ چوں باں کلمہ رسید حیران فرو ماند و خاطرش آں را بہیچ حمل نتوانست کرد کہ سخت بیگانہ بود۔ کس فرستاد و دبیر را بخواند و آں حال از و باز پرسید۔ و دبیر خجل گشت و براستی آں واقعہ را در میان نہاد۔ خلیفہ عظیم عجب داشت و گفت اوّل ایں نامہ را بآخر چنداں فضیلت و رجحان است کہ قل ہو اللہ احد را بر تبت یدا ابی لہب و دریغ باشد خاطر چوں شما بلغاء را بدست غوغائے بالحاح بازدادن و اسباب ترفیہ او چنداں فرمود کہ امثال آں کلمہ دیگر ہرگز بغور گوش او فرو نشد۔ لاجرم آنچناں گشت کہ معانی دو عالم در دو لفظ جمع کردے۔

حکایت

صاحب کافی اسماعیل بن عباد الرازی وزیر شہنشاہ بود۔ در فضل کمالے داشت۔ در ترسل و شعر او بریں دعوے و شاہد عدل اند و دو حاکم راست و نیز صاحب مردے عدلی مذہب بود۔ و عدلی مذہباں بغایت متنسک و متقی باشند و روا دارند کہ مومنے بخصمی یک حبہ جاوداں در دوزخ بماند۔ و خدم و حشم و اعمال او بیشتر آں مذہب داشتندے کہ او داشت و قاضی بود بقم از دست صاحب کہ صاحب را در زہد و تقوے او

اعتقادے بود راسخ و پاک برخلاف این از پے خبر میداد و صاحب را
استوارے نمے آمد تا از ثقاتِ اہل قم دو مقبول القول گفتند کہ زنان خصومت
کہ میانِ فلان و بہمان بود قاضی پانصد دینار رشوت بستد صاحب را
عظیم مستنکر آمد بار دو وجہ یکے از کثرتِ رشوت و دوم از دلیری بے دیانتی
قاضی حالی قلم برگرفت و بنوشت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَیُّهَا القَاضِی بِقُم قَد عَزَلنَاکَ فَقُم و فضلا دانند و بلغا
شناسند کہ این کلمات در باب ایجاز و فصاحت چہ مرتبہ دارد و
لاجرم از آن روز باز این کلمہ را بلغا و فصحا بر دلہا مے نویسند و بر جانہا
ہمے نگارند۔

حکایت

لمغان شہریست از دیار سند از اعمال غزنین و امروز میان ایشان و
کفار کوہیست بلند پیوستہ خائف باشند از تاختن و شبخون کفار
اما لمغانیان مردان بشکوه باشند و جلد و کسوب و با جلدی زعارتی
عظیم تا بغایتے کہ باک ندارند کہ بر عامل بیک من کاہ و یک بیضہ رفع
کنند و بحکم این نیز روا دارند کہ تا بغزنین آیند و یک ماہ و دو ماہ
مقام کنند در پے حصول مقصود باز نگردند فی الجملہ در لجاج دستے دارند
و از برادہ گشتہ اگر در عہد یمین الدولہ سلطان محمود انار اللہ برہانہ
یکے شب کفار بر ایشان شبخون کردند و بانواع خرابی حاصل آمد

کہ ملقانیان بر باطل اند۔ خواجہ بزرگ قصہ بر پشت گردانید و بنوشت
الخراجُ خراجٌ اداءُہ دواءُہ۔ گفت خراج ریش ہزار چشمہ است
گزاردن او دوائے اوست و از روزگار آں بزرگ ایں معنی منقضی شد
و در بسیار جائے بکار آمد۔ خدائے بر آں بزرگ خوش باد۔

حکایت

در عہد دولت آل عباس رضی اللہ عنہم خواجگان شگرف خاندان
و جلال برامکہ بود معروف و مشہور کہ صلات و بخشش ایشاں بے حد و درجہ
و مرتبہ بودہ است۔ اما حسن سہل ذوالریاستین و فضل برادرش کہ از
آسماں وزارت گشتند تا بدرجہ کہ مامون دختر فضل را خطبت کرد و
بخواست و آں دخترے بود کہ در جمال بر کمال بود و فضل بے مثال
قرار برآں بود کہ مامون بخانہ عروس رود و یک ماہ آنجا قیام کند
و بعد از یک ماہ بخانہ خویش باز آید با عروس۔ ایں روز کہ زفاف
بود چنانکہ رسم است خواستند کہ جامہ سپید پوشند و مامون پیوستہ سیاہ
پوشیدے و مردماں چناں گماں بردند کہ بداں ہیچ پوشند کہ شعار عباسیاں
سیاہ است تا پاس روز یحیی اکثم سوال کرد کہ از چیست کہ امیر المؤمنین
بر جامہ سیاہ اقبال بیش مے فرماید۔ مامون با قاضی امام گفت کہ
سیاہ جامہ مردان و زندگان است کہ ہیچ زنے را با جامہ سیاہ
عروس نکنند و ہیچ مردہ را با جامہ سیاہ بگور نکنند۔ یحیی اکثم جوابہا

تعجب کرد۔ پس ماموں آں روز جامہ خانہا عرض کردن خواست
وازاں ہزار قبائے اطلس معدنی و ملکی و طمیم و نسیج و ممزج و مقراضی
واکسون ہیچ نہ پسندید و ہم سیاہے در پوشید و برنشست و روئے بخانۂ
عروس نہاد و آں روز قصر ہمرائے خویش بیاراستہ بود بر سبیلے کہ
بزرگان حیران ماندند۔ چنداں نفائس جمع کردہ بود کہ انفاس از شرح
وصف آں قاصر بودند۔ ماموں چوں بایں سرائے رسید پردۂ دید آویختہ
خرم تر از بہار چین و نفیس تر از شعار دین نقش او در دل ہمے آویخت
و رنگ او بجان ہمے آمیخت۔ روئے بزبیدہ کرد و گفت از آں
ہزار قبا ہر کدام کہ اختیار کردے اینجا رسوا گشتے الحمد للہ شکر آنکہ
بریں سیاہ اختصار افتاد و از جملہ تکلف کہ قصر آں روز کردہ بود یکے
آں بود کہ چوں ماموں بسیاہ سرائے رسید طبقے پر کردہ بود از موم
بہ ہیئت مروارید گرد ہر یکے چوں فندقے و ہر یکے پارۂ کاغذ نام
دیہے برو نوشتہ در پائے ماموں ریختند و از مردم ماموں ہر کہ از آں
موم بیافت قبالۂ آں دیہ بدو فرستاد۔ و چوں ماموں بہ بیت العروس
بیامد خانۂ دید مجصص و منقش ایوان چینی زدہ۔ خرم تر از مشرق در وقت
دمیدن صبح و خوشتر از بوستان بگاہ رسیدن گل و خانہ داری حصیر
از شوشہ زر کشیدہ افگندہ و بدر و لعل و پیروزہ ترصیع کردہ و ہم
براں مثال شش بالشے نہادہ و نگارے در صدر او نشستہ از عمر و زندگانی
شیریں تر و از صحت و جوانی خوشتر قامتے کہ سرو غاتفر بدو بندہ نوشتے

با عارضی که شمس انوار او را خداوند خوانده است آهوئی او ز نسک بهشتی و عنبر
بود و چشم او حسد نرگس و غمزه هیچ بهرفی بر پائی خاست و بجز امید و پیش مامون
بانه آمد و خدمتی نیکو بکرد و عذری گره بخواست و دست مامون بگرفت
و ببوسید و در کنارش نشاند و پیش او بخدمت بایستاده. مامون او را نشستن
فرمود. چون بنشست نور در آمد و مرد پیش آورد و چشم بر بساط افگند. مامون و
انگشت دل در باخته بود چنان چه مرد دل نهاد و دست دراز کرد و از خلال
قبا نهاده دانه مروارید برکشید هر یکی چنانچه عصفوری از کواکب آسمان
روشن تر و از دندان خوبان دیار روشن تر و از کیوان و مشتری مدورتر
با کمه منورتر نثار کرد و بر فرشی آن بساط بحرکت آمد و از استواء بساط
و نادیر در حرکات متواتر گشته و سکون را مجال نماند. دختر بدان
جواهر التفات نکرد و سر از پیش بر نیاورد و مامون مشغوف تر گشت و دست
بیازید و در انبساط باز کرد تا مگر معانقه کند عارضه شرم استیلاء گرفت
و آن نازنین چنان منفعل شد که حالتی که بر زنان مخصوص است واقع شد
و اثر شرم و خجالت بر صفحات وجنات او ظاهر گشت بر فور گفت یا
امیر المومنین اتی امر الله فلا تستعجلوه. مامون دست باز کشید
و خواست که او را غشی افتاد از غایت فصاحت این آیت و لطف بکار
بردن او درین واقعه نیز از وی شنفته است واشت و شده روز
از آن خانه بیرون نیامد و هیچ کار مشغول نشده الا بدو و کار فضل
بالا گرفت و رسید بدانجا که رسید.

حکایت

اما در روزگار ما هم از خلفاے بنی عباس ابن المستظهر المسترشد بالله
امیر المؤمنین طیّب الله ثراه و جعل فی الجنان رتبته از شهر بغداد
خروج کرد با لشکرے آراسته و تجملے پیراسته و ترتیبے بیشمار و سلاحے
بسیار متوجها الی خراسان بسبب استزادے که از سلطان عالم سنجر
داشت و آں صناعت اصحاب اغراض بود و تمویه و تزویر اهل فتنه
که بانجا رسانیده بود و تا چون کار با انتها رسید روزے آنجا خطبه
کرد که در فصاحت از ذروه اوج آفتاب درگذشته بود و مشتمل بر غرر
و علیها بسیار و در اثناے این خطبه از بس دلتنگی و غایت اندوهی
شکایتے کرد از آل سلجوق که فصحاے عرب و بلغاے عجم انصاف بدادند
که بعد از صحابه نبی رضوان الله علیهم اجمعین کسے بدین لطافت عربیت بودند
و شامل کلمات جوامع الکلم هیچکس فصلے بدین جزالت و فصاحت نظم
نداده بود و قال امیر المؤمنین المسترشد بالله فوضنا امورنا
الی آل سلجوق فبغوا علینا فطال علیهم الامد فقست
قلوبهم و کثیر منهم فاسقون میگوید کارهاے خویش با آل
سلجوق بازگذاشتیم پس بر ما بیرون آمدند و روزگار بر ایشان برآمد
پس دلها و سخت شد دلهاے ایشان و از ایشان بیشتر فاسقانند گردن
کشیدند از فرمانهاے ما و دین مسلمانی۔

حکایت

گورخان خطائی بدر سمرقند با سلطان عالم سنجر بن ملکشاه مصاف
کرد و لشکر اسلام را چنان زخمی افتاد که نتوان گفت و ماوراء النهر
او را مسلم شد بعد از کشتن امام مشرق حسام الدین اناء الله برهانه
و وسع علیه رضوانه پس گورخان بخارا را به اتگین داد پسر اخی
بیابانی برادر زادهٔ خوارزمشاه اتسز و در وقت باز گشتن او را بگوایم
امام تاج الاسلام احمد بن عبد العزیز سپرد که امام بخارا بود و پسر برهان
تا هر چه کند باشارت او کند و بی امر او هیچ کار نکند و هیچ حرکت
بی حضور او نکند و گورخان باز گشت و بسر ختا باز رفت و عدل او را
اندازه نبود و نفاذ امر او را حد نبود و الحق حقیقت پادشاهی این دو چیز است
اتگین چون میدان تنها یافت دست ظلم برد و در بخارا اخراج کردن گرفت
بتاریان تخت چند بوده بسوی پسر ختا رفتند و تظلم کردند گورخان چون
نامه نوشت بسوی اتگین بر طریق اهل اسلام بسم الله الرحمن الرحیم
اتگین بداند که میان ما اگرچه مسافت دور است رضا و سخط ما به نزدیک
است اتگین آن کند که احمد فرماید و احمد آن فرماید که محمد فرموده است والسلام
بدانید تا آن رقعه است و این تقریر کرده اهل هنر است تا شرح این نامه بس است
بلکه زیادت و تجاوز اینها بسیار باشد و درسی است و محتاج شرح نیست
و در مثل این علم دیباچه ایام

حکایت

غایت فصاحت قرآن ایجاز لفظ و اعجاز معنی است و هرچہ فصحا و بلغاء را امثال این تضمین افتادہ است تا بدرجہ الیست کہ دہشت ہمے آرد و عاقل و بالغ از حال خویش ہمے بگردد۔ و آں ولیلے واضح است و حجتے قاطع بر آنکہ ایں کلام از مجاری نفس ہیچ مخلوقے نرفتہ است و از ہیچ کام و زبانے حادث نشدہ است و رقم قدم بر ناصیہ اشارات و عبارات او مثبت است۔ آوردہ اند کہ یکے از اہل اسلام پیش ولید بن مغیرہ ایں آیت ہمے خواند۔ قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ۔ فقال الولید بن المغیرۃ واللہ ان علیہ لطلاوۃ وان لہ لحلاوۃ وان اعلاہ لمثمر وان اسفلہ لمغدق وما ہو قول البشر چوں دشمناں در فصاحت قرآن و اعجاز او دریا دیں انصاف بدیں مقام رسیدند دوستاں بنگر تا خود بکجا برسند۔ والسلام۔

حکایت

پیش ازیں درمیان ملوک عصر و جبابرہ روزگار پیش چوں پیشدادیان و کیان و اکاسرہ و خلفا رسمے بودہ است کہ مفاخرت و مبارزت بفضل و فضل کردندے و ہر یکے کہ فرستادندے از حکم و شعر و نثر رسائل

با او همراه کردندے و دریں حالت پادشاه محتاج شدے بار بار به
عقل و تمیز و اصحاب رائے و تدبیر و چند مجالس دراں نشستندے و برخاستندے
تا آنگاه که آں جوابہا بیک وجه قرار گرفتے و آں امر در موز ظاهر و هویدا
شدے آنگاه رسول را تکمیل کردندے و ایں ترتیب بر جملے بوده است
تا بروزگار سلطان عادل یمین الدولة والدین محمود بن سبکتگین رحمة الله علیه
و بعد از و چوں سلجوقیاں آمدند و ایشاں مرداں بیاباں نشیں بودند و از
مجاری احوال و معالی آثار ملوک بے خبر بیشتر از رسوم پادشاهی بروزگار
ایشاں مندرس شد و بسیارے از ضروریات ملک منطمس گشت، یکے از آں
دیوان برید است، باقی بریں قیاس توان کردن- آورده اند که سلطان
یمین الدولة رحمة الله علیه روزے رسولے فرستاد بماوراء النهر نزدیک
بغراخان و در نامه که تحریر افتاده بود تقریر کرده ایں فصل قال الله تعالیٰ
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ و ارباب حقائق و اصحاب دقائق
براں قرار داده اند که ایں آیه از جمله فرماید که هیچ نقصانے ارواح
انسان را از نقص جهل بتر نیست و از نقص نادانی بازپس تر نه و کلام آفرید
گار گواهی است و با برهان صحت ایں قضیت و درستی ایں خبر وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا
الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ پس مے خواهیم که ائمه ولایت ماوراء النهر و علمائے
زمین مشرق و افاضل حضرت خاقان از ضروریات ایں قدر خبر دهند که
نبوت چیست؟ ولایت چیست؟ دین چیست؟ اسلام چیست؟
ایمان چیست؟ احسان چیست؟ تقوے چیست؟ امر معروف چیست؟

نهی منکر چیست؟ صراط چیست؟ میزان چیست؟ نعم چیست؟ شفقت چیست؟ عدل چیست؟ فضل چیست؟ چون این نامہ بحضرت بغراخان رسید و بر مضمون و مکنون آن وقوف یافت - ائمہ ماوراء النہر از دیار و بلاد باز خواند، و درین معنی بایشان مشورت کرد و چند کس از کبار و عظام ائمہ ماوراء النہر قبول کردند کہ ہر یک درین باب کتابے کنند و در اثناء سخن و متن کتاب جواب آن کلمات درج کنند۔ و درین چہار ماہ زمان خواستند و این مہلت بانواع مضرتہے بود، چہ از ہمہ قوی تر اخراجات ترتیبہ بود و در اخراجات رسولان و پیکان و لتہذا ائمہ تا محمد بن عبدہ الکاتب کہ دبیر بغراخان بود و در علم تعمقے و در فضل تنوقے داشت و در نظم و نثر تبحرے و از فضلاء و بلغاء اسلام یکے او بود۔ گفت من این سوالات را در دو کلمہ جواب گویم چنانکہ افاضل اسلام و اماثل مشرق چون بینند در محل رضا و مقر پسند افتد، پس قلم برگرفت و در پایان مسائل بطریق فتوی بنوشت کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ۔ ہمہ ماوراء النہر انگشت بدندان گرفتند و شگفتیہا نمودند و گفتند اینست جوابے کامل اینست لفظے شامل و خاقان عظیم برافروخت کہ بدبیر کفایت شد و با ائمہ حاجت نیفتاد و چون بغزنین رسید ہمہ پسندیدند پس ازین مقدمات نتیجہ آن ہمے آید کہ دبیر عاقل و فاضل، ہمین جمالے ہست از تجمل پادشاہ و ہمین رفعتے است از ترفع پادشاہی پس بدین حکایت این مقالہ را ختم کنیم۔ والسلام۔

مقالۂ دوم

در ماہیت علم شعر و صلاحیت شاعر

شاعری صناعتیست کہ شاعر بداں صناعت اتساق مقدمات موہمہ کند و التیام قیاسات منتجہ بر آں وجہ کہ معنی خرد را بزرگ گرداند و معنی بزرگ را خرد و نیکو را در خلعت زشت باز نماید و زشت را در صورت نیکو جلوہ کند و بایہام قوت ہائے غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بدان ایہام طباع را انقباضے و انبساطے بود و امور عظام را در نظام عالم سبب شود چنانکہ آوردہ اند۔

حکایت

احمد بن عبداللہ الخجستانی را پرسیدند کہ تو مردے خربندہ بودی، بامیری خراسان چوں افتادی گفت بباد غیس در خجستان روزے دیوان حنظلۂ بادغیسی ہمے خواندم، بدیں دو بیت رسیدم

مہتری گر بکام شیر در است ... شو خطر کن ز کام شیر بجوے

یا بزرگی و عز و نعمت و جاہ ... یا چو مردانت مرگ رویاروے

داعیۂ در باطن من پدید آمد کہ بہیچ وجہ دراں حالت کہ اندر بودم

راضی نتوانستم بود خران را بفروختم و اسپ خریدم و از وطن خویش رحلت
کردم و بخدمت علی بن اللیث شدم برادر یعقوب بن اللیث و عمرو
بن اللیث و باز دولت صفاریان در ذروهٔ اوج علیین پروازی کرد
و علی برادر کهین بود و یعقوب و عمرو را برادر اقبالی تمام بود. و چون یعقوب
از خراسان بغزنین شد از راه جبال. علی بن اللیث مرا از رباط سنگین باز
گردانید و بخراسان بشحنگی اقطاعات فرمود و من از آن لشکر سواری صد
بیرون کرده بودم و سواری بیست از خود داشتم و از اقطاعات علی بن اللیث
یکی کروخ هری بود و دوم خواف نشاپور. چون بکروخ رسیدم فرمان عرضه
کردم آنچه بمن رسید تفرقه لشکر کردم و به لشکر دادم سواران من سیصد شد
چون بخواف رسیدم و فرمان عرضه کردم خواجگان خواف تمکین نکردند
و گفتند ما را شحنه باید با ده تن راستی من برآن جمله گرفت که دست از
طاعت صفاریان باز داشتم و خواف را غارت کردم و بروستای
بشت بیرون شدم به بیهق درآمدم دو هزار سوار با من جمع شد پیاده هم و
نشاپور گرفتم و کار من بالا گرفت و ترقی همی کرد تا جمله خراسان خویشتن را
مستخلص کردانیدم. اصل و سبب این دو بیت شعر بود. و سلامی در تاریخ
خویش همی آرد که کار احمد بن عبداللہ بدرجه رسید که به نشاپور یک شب
سی صد هزار دینار و پانصد سر اسپ و هزار تا جامه بخشید و امروز در
تاریخ از ملوک قاهره یکی اوست. اصل آن دو بیت شعر بود و در عرب
و عجم امثال این بسیار است. اما برین یکی اختصار کردیم.

پس پادشاه را از شاعر نیک چاره نیست که بقائے اسم اُو را ترتیب کُند و ذکر اُو در دواوین و دفاتر مثبت گرداند زیرا که چون پادشاہ بامرے که ناگزیر است مامور شود از لشکر و گنج و خزینهٔ اُو آثار نماند و نام او بسبب شعر شاعران جاوید بماند۔ شریف مجلدی گرگانی گوید۔

ازاں چندان نعیم این جہانی — که ماند از آل ساسان و آل سامان
ثنائے رودکی ماند است و مدحت — نوائے باربد ماندست و دستان

و اسامی ملوک عصر و سادات زمان بنظم رائع و شعر شائع این جماعت باقی است چنانکه اسامی آل سامان باستاد ابو عبدالله جعفر بن محمد الرودکی و ابو العباس الربنجنی و ابو المثل البخاری و ابو اسحق جویباری و ابو الحسن اغاجی و طحاوی و خبازی نشاپوری و ابو الحسن الکسائی۔ اما اسامی ملوک آل ناصرالدین باقی ماند با مثال عنصری و عسجدی و فرخی و بہرامی و زینتی و بزرجمهر قاینی و مظفری و منشوری و منوچهری و مسعودی و قصارامی و ابو حنیفه اسکاف و راشدی و ابو الفرج رونی و مسعود سعد سلمان و محمد ناصر و شاه بورجا و احمد خلف و عثمان مختاری و مجدود السنائی، اما اسامی آل خاقان باقی ماند بلؤلؤی و گلابی و نجیبی فرغانی و عمعق بخاری و رشیدی سمرقندی و نجار ساغرجی و علی پانیذی و پسر درغوش و علی سپهری و جوهری و سغدی و پسر تیشه و علی شطرنجی اما اسامی آل بویه باقی ماند باستاد منطقی و کیا غضائری و بندار۔ اما اسامی آل سلجوق ماند بفرخی گرگانی و لامعی و دہستانی و جعفر ہمدانی و فیروز فخری و برہانی

وامیر معزی و ابوالمعالی رازی و عمید کمالی و شہابی اما اسامی ملوک
طبرستان باقی ماند بقری گرگانی و رافعی نشاپوری و کفایی گنجہ و کوسہ فالی
و پور کلہ۔ و اسامی ملوک غور آل شنسب خلد اللہ ملکہم باقی ماند
بابو القاسم رفیعی و ابوبکر جوہری و کمترین بندگان نظامی عروضی و علی
صوفی۔ و دواوین این جماعت ناطق است بکمال و جمال و آلت و عدت
و عدل و بذل و اصل و فضل و رائے و تدبیر و تائید و تاثیر این پادشاہان
ماضیہ و این مہتران خالیہ نور اللہ مضاجعہم و وسع علیہم و اضعہم بما
مہتران کہ نعمت پادشاہان خوردند و بخششہائے گران کردند
و برین شعرائے مطلق سپردند کہ امروز از ایشان آثار نیست و از
خدم و حشم ایشان دیار نہ و بسا کوشکہائے منقش و باغہائے دلکش کہ
بنا کردند و بیاراستند کہ امروز با زمین ہموار گشتہ است و بامفازات
و اودیہ برابر شدہ (مصنف گوید)

بسا کاخا کہ محمودش بنا کرد — کہ از رفعت ہمے با مہ مرا کرد
نہ بینی زاں ہمہ یک خشت برپای — مدیح عنصری ماندست برجای

و خداوند عالم علاء الدنیا والدین ابوعلی الحسین بن الحسین اختیار
امیر المومنین کہ زندگانیش دراز باد و چتر دولتش منصور۔ تکین خواستن آں
دو ملک شہریار شہید و ملک حمید لعزنین رفت و سلطان بہرام شاہ
از پیش او برفت و تیر وزہ آں دو شہید کہ استخفافہا کردہ بودند
و گزافہا گفتہ شہر غزنین را غارت فرمود و عمارات محمودی و مسعودی

وابر ہمیں خراب کرد و مدائح ایشان بزرہے خرید و در خزینہ ہمے نہاد و کس را زہرۂ آں نبودے کہ دراں لشکر یاد راں شعر ایشاں را سلطان خواند و بادشاہ خود از شاہنامہ بر مے خواند آنچہ ابوالقاسم فردوسی گفتہ بود ؎

چو کودک لب از شیر مادر بشست | ز گہوارہ محمود گوید نخست
بتن ژندہ پیل و بجاں جبرئیل | بکف ابر بہمن بدل رود نیل
جہاندار محمود شاہ بزرگ | باآبشخور آرد ہمے میش و گرگ

ہمہ خداوندان خرد دانند کہ اینجا حشمت محمود نماندہ بود حرمت فردوسی بود و نظم او کہ سلطان محمود دانستے بودے کہ آں آزادمرد را محروم و مایوس نگذاشتے۔

فصل

در چگونگی شاعر و شعر او

اما شاعر باید کہ سلیم الفطرت عظیم الفکرت صحیح الطبع جید الرویہ دقیق النظر باشد در انواع علوم متنوع باشد و در اطراف رسوم مستطرف زیرا کہ چنانکہ شعر در ہر علمے بکار ہمے شود ہر علمے در شعر بکار ہمے شود و شاعر باید کہ در مجلس محاورت خوش گوئے بود و در مجلس معاشرت خوش روئے و باید کہ شعر او بداں درجہ رسیدہ باشد کہ در صحیفہ روزگار

مسطور باشد و بر السنهٔ احرار مقرر و بر سفاین بنویسند و در مداین بخوانند
که حظ اوفر و قسم افضل از شعر بقای اسم است و تا مسطور و مقرر
نباشد این معنی بحاصل نیاید و چون شعر بدین درجه نباشد تاثیر او را اثر
نبود و پیش از خداوند خود بمیرد و چون او را در بقای خویش اثری
نیست در بقای اسم دیگری چه اثر باشد اما شاعر بدین درجه نرسد
الا که در عنفوان شباب و در روزگار جوانی بیست هزار بیت از اشعار
متقدمان یاد گیرد و ده هزار کلمه از آثار متأخران پیش چشم کند و پیوسته
دواوین استادان همی خواند و یاد همی گیرد که درآمد و بیرون شد
ایشان از مضایق و دقایق سخن بر چه وجه بوده است تا طرق و انواع
شعر در طبع او مرتسم شود و عیب و هنر شعر بر صحیفهٔ خرد او منقش گردد تا
سخنش روی در ترقی دارد و طبعش بجانب علو میل کند هر که را طبع
در نظم شعر راسخ شد و سخنش هموار گشت روی بعلم شعر آرد و عروض
بخواند و گرد تصانیف استاد ابو الحسن السرخسی البهرامی گردد چون
غایة العروضین و کنز القافیه و نقد الفاظ و سرقات و تراجم و انواع این
علوم بخواند بر استادی که آن داند تا نام استادی را سزاوار شود
و اسم او در صحیفهٔ روزگار پدید آید چنانکه اسامی دیگر استادان که
نامهای ایشان یاد کردیم تا آنچه از مخدوم و ممدوح بستانند حق
آن بتوانند گزارد در بقای اسم و اما بر پادشاه واجب است که چنین
شاعر را تربیت کند تا در خدمت او پدید آید و نام او از مدحت او

هویدا شود - امّا اگر ازین درجه کم باشد نشاید بدو سیم ضائع کردن و بشعر او
التفات نمودن خاصه که پیر بود و درین باب تفحص کرده‌ام در کل عالم
از شاعر پیر بتر نیافته‌ام و هیچ سیم ضائع‌تر از آن نیست که بدو دهند
ناجوانمردی که به پنجاه سال ندانسته باشد که آنچه من می‌گویم بد است
کی بخواهد دانستن - امّا اگر جوانی بود که طبع راست دارد اگرچه شعرش
نیک نباشد امید بود که نیک شود و در شریعت آزادگی تربیت او واجب
باشد و تعهد او فریضه و تفقد او لازمه - امّا در خدمت پادشاه هیچ بهتر از بدیهه
گفتن نیست که به بدیهه طبع پادشاه خرم شود و مجلسها برافروزد و شاعر
بمقصود رسد - و آن اقبال که رودکی از آل سامان دید به بدیهه گفتن و
زود شعری کس ندیده است -

حکایت

چنین آورده اند که نصر بن احمد که واسطهٔ عقد آل سامان بود و اوج دولت
آن خاندان ایام ملک او بود و اسباب تمتع و علل ترفع در غایت ساختگی بود
خزائن آراسته و لشکر جرار و بندگان فرمانبردار - زمستان بدارالملک بخارا
مقام کردی و تابستان به سمرقند رفتی یا بشهری از شهرهای
خراسان - مگر یک سال نوبت هری بود بفصل بهار ببادغیس بود که
بادغیس خرم‌ترین چراخوارهای خراسان و عراق است قریب هزار
ناو هست پر آب و علف که هر یکی لشکری را تمام باشد چون

ستوران بهار نیکو بخوردند و تن و توش خویش باز رسیدند و شایستهٔ میدان و
حرب شدند نصر بن احمد روی بهری نهاد و بدر شهر بمرغ سپید فرود آمد
و لشکرگاه بزد و بهارگاه بود و شمال روان شد و میوه‌های مالن و کروخ
در رسید که امثال آن در بسیار جایها بدست نشود و اگر شود بدان ارزانی
نباشد. آنجا لشکر برآسود و هوا خوش بود و باد سرد و نان فراخ و میوه‌ها
بسیار و مشمومات فراوان و لشکری از بهار و تابستان برخورداری
تمام یافتند از عمر خویش و چون مهرگان درآمد و عصیر در رسید و شاه
سپرم و حماحم و اقحوان در دم شد انصاف از نعیم جوانی بستدند و
داد از عنفوان شباب بدادند. مهرگان دیر درکشید و سرما قوت
نکرد و انگور در غایت شیرینی رسید و در سواد هری صد و بیست لون
انگور یافته شود هر یک از دیگری لطیف‌تر و لذیذتر و از آن دو نوع
است که در هیچ ناحیت ربع مسکون یافته نشود یکی پرنیان و دوم
کلنجری تنک پوست خرد تکس بسیار آب گوئی که در او اجزاء ارضی
نیست از کلنجری خوشهٔ پنج من و شش من بیاید و هر دانهٔ پنج درمسنگ بیاید سیاه چون
قیر و شیرین چون شکر و از ش بسیار بتوان خورد بسبب مائیتی که
در وست و انواع میوه‌های دیگر همه خیار چون امیر نصر بن احمد مهرگان
و ثمرات او بدید عظیمش خوش آمد. نرگس رسیدن گرفت کشمش بیفگندند
در مالن و منقی برگرفتند و آونگ بستند و گنجینه‌ها پر کردند امیر با آن
لشکر بدان دو پاره دیه درآمد که او را غوره و درواذه خوانند

سراهائے بلند هریکے چون بهشت اعلی و هریکے را باغے و بستانے
در پیش بر جهت شمال نهاده. زمستان آنجا مقام کردند. از جانب سیستان
نارنج آوردن گرفتند و از جانب مازندران ترنج رسیدن گرفت.
زمستانے گذاشتند در غایت خوشی. چون بهار درآمد اسپان به بادغیس
فرستادند و لشکرگاه بمالین بمیان دو جوے بردند. و چون تابستان
درآمد میوه‌ها دررسید. امیر نصر بن احمد گفت تابستان کجا رویم که ازین
خوشتر مقامگاه نباشد. مهرگان برویم. و چون مهرگان درآمد گفت
مهرگان هری بخوریم و برویم. همچنین فصلے بفصلے همی انداخت تا چهار
سال برین آمد زیرا که صمیم دولت سامانیان بود و جهان آباد
و ملکے بے خصم و لشکر فرمانبردار و روزگار مساعد و بخت موافق. با این
همه ملول گشتند و آرزوے خانمان برخاست. پادشاه را ساکن دیدند.
هواے هری در سر او و عشق هری در دل او. در اثنای سخن
هری را به بهشت عدن مانند کردے بلکه بر بهشت ترجیح نهادے
و از بهار چین زیادت آوردے. دانستند که سر آن دارد که این تابستان
نیز آنجا باشد. پس سران لشکر و مهتران ملک بنزدیک استاد
ابوعبدالله الرودکی رفتند. و از ندماے پادشاه هیچکس محتشم‌تر و مقبول
القول‌تر از او نبود. گفتند پنجهزار دینار ترا خدمت کنیم اگر صنعتے بکنی
که پادشاه ازین خاک حرکت کند که دلهاے ما آرزوے فرزند همی برد
و جان ما از اشتیاق بخارا همی برآید. رودکی قبول کرد که نبض امیر بگرفته

بود و هنر آن او بشناخته دانست که به نثر با او در نگیرد روی بنظم آورد و قصیده بگفت و بوقتی که امیر صبوح کرده بود درآمد و بجای خویش بنشست و چون مطربان فرود اشتند او چنگ برگرفت و در پرده عشاق این قصیده آغاز کرد

بوی جوی مولیان آید همی — بوی یار مهربان آید همی

پس فروتر شود و گوید

ریگ آموی و درشتی راه او — زیر پایم پرنیان آید همی
آب جیحون از نشاط روی دوست — خنگ مارا تا میان آید همی
ای بخارا شاد باش و دیر زی — میر زی تو شادمان آید همی
میر ماهست و بخارا آسمان — ماه سوی آسمان آید همی
میر سروست و بخارا بوستان — سرو سوی بوستان آید همی

چون رودکی بدین بیت رسید امیر چنان منفعل گشت که از تخت فرود آمد و بی موزه پای در رکاب خنگ نوبتی آورد و روی به بخارا نهاد چنانکه رانین و موزه تا دو فرسنگ در پی امیر بردند به برونه و پای کرد و عنان تا بخارا هیچ جای باز نگرفت و رودکی آن پنجهزار دینار مضاعف از لشکر بستد و شنیدم بسمرقند در سنه اربع و خمسمایة از دهقان ابو رجا احمد بن عبد الصمد العابدی که گفت جد من ابو رجا حکایت کرد که چون درین نوبت رودکی بسمرقند رسید چهار صد شتر زیر بنه او بود و الحق آن بزرگ بدین تجمل ارزانی بود که هنوز این قصیده را کس جواب نگفته است که

مجال آن ندیده اند که ازین مضایق آزاد توانند بیرون آمد و از عذب گویان
و لطیف طبعان عجم یکی امیر الشعراء معزی بود که شعر او در طلاوت و طراوت
بغایت است و در روانی و عذوبت به نهایت زین الملک ابو سعد
هندو بن محمد بن هندو الاصفهانی از وی درخواست کرد که آن قصیده را
جواب گوئی۔ گفت نتوانم الحاح کرد چند بیت بگفت که یک بیت
از آن بیتها این است۔

رستم از یاوندران آید همی ... زین ملک از اصفهان آید همی

همه خردمندان دانند که میان این سخن و آن سخن چه تفاوت است
و کم توانند تفتیش بدین عذوبت که او در مدح گوید درین قصیده۔

آفرین و مدح سود آید همی ... گنج اندر زیان آید همی

و اندرین بیت از محاسن هفت صنعت است اول مطابق دوم
متضاد سوم مردف چهارم بیان مساوات پنجم عذوبت ششم فصاحت
هفتم جزالت و هر استادی که او را در علم شعر تبحری است چون اندکی
تفکر کند داند که من درین مصیبم۔ والسلام۔

حکایت

شنیدم که سلطان یمین الدوله محمود را ایاز ترک بوده است معروف
و مشهور آورده اند که سخت نیکو صورت نبود لیکن سبز چهره شیرین
بوده است متناسب اعضا و خوش حرکات و خردمند و آهسته و او را

مخلوق پرستی اُو را عظیم دوست داده بوده است و در آن باره از نادرات
زمانهٔ خویش بوده است و این همه اوصاف آنست که عشق را بعث کند
و دوستی را برقرار دارد - و سلطان یمین الدوله محمود هرچند دیندار
و متقی بود و با عشق ایاز بسیار کشتی گرفتی تا از شارع شرع به منهاج
حریت قدمے عدول نکردے شبے در مجلس عشرت بود از آنکه شراب درو
اثر کرده بود و عشق در وے عمل نموده به زلف ایاز نگریست عنبرے دید
بر روئے ماه غلطان سنبلے دید بر چهرهٔ آفتاب پیچان حلقه حلقه چون زره
بند بند چون زنجیر در هر حلقه هزار دل - در هر بندے صد هزار جان
عشق عنانِ خویشتن داری از دستِ صبر او بربوده و عاشق وار در خود
کشید محتسب آمنّا و صدّقنا سر از گریبانِ شرع بر آورد و در پیش
سلطان یمین الدوله بایستاد و گفت هاں محمود عشق را با فسق میامیز و حق را
با باطل ممزوج مکن که بدین ذلت ولایتِ عشق بر تو بشود و بیرون باید
خویش از بهشتِ عشق بیفتی و بعنای دنیائے فسق در مانی شمع اقبالش
در غایت شعله‌وری بود این قضیه مسموع افتاد و ترسید که سپاهِ صبر او
با لشکر زلفین ایاز نپاید کارد برکشید و بدستِ ایاز داد که بگیر و زلفین
خویش را ببر ایاز خدمت کرد و کارد از دستِ او بستد و گفت از کجا
ببرم گفت از نیمه ایاز زلف دو تو کرده تقدیر گرفت و فرمان بجای آورد
و هر دو سرِ زلفِ خویش را پیش محمود نهاد - گویند آن فرمانبرداری عشق را سبب
دیگر شد محمود زر و جواهر خواست و افزون از رسم معهود و عادت ایاز را

بخشش کرد و از غایت مستی در خواب رفت و چون نسیم سحرگاهی بر دمید به تخت
پادشاهی از خواب در آمد۔ آنچه کرده بود به یادش آمد۔ ایاز را بخواند و آن
زلفین بریده بدید۔ سپاه پشیمانی بر دل او تاختن آورد و خمار عربده بر دماغ
او مستولی گشت۔ می نشست و می خاست و از مقربان و مرتبان کس را
زهرهٔ آن نبود که بپرسیدے که سبب چیست؟ تا آخر حاجب علی قریب که
حاجب بزرگ او بود روے به عنصری کرد و گفت پیش سلطان در شو و
خویشتن بدو نمائے و طریقے بکن که سلطان خوش طبع گردد۔ عنصری فرمان
حاجب بزرگ بجائے آورد و در پیش سلطان شد و خدمت کرد۔ سلطان
یمین الدوله سر بر آورده گفت اے عنصری این ساعت از تو می اندیشیدم
می بینی که چه افتاده است۔ ما را درین معنی چیزے بگو که لایق حال باشد۔
عنصری خدمت کرد و بر بدیهه گفت۔

کے عیب سرِ زلف بت از کاستن است | چه جائے بغم نشستن و خاستن است
جائے طرب و نشاط و مے خواستن است | کآراستن سرو ز پیراستن است

سلطان یمین الدوله محمود را این دو بیتے بغایت خوش آفتاد۔ بفرمود
تا جواهر بیاوردند و سه بار دهان او پر جواهر کرد و مطربان را پیش خواست
و آن روز تا شب بدین دو بیتے شراب خوردند و آن داهیه بدین دو بیتے
از پیش او برخاست و عظیم خوش طبع گشت والسلام۔ اما بباید دانست
که بدیهه گفتن رکن اعلی است در شاعری و بر شاعر فریضه است که طبع خویش را
بریاضت بدان درجه رساند که در بدیهه معانی انگیزد که سیم از خزینه بدیهه

بیرون آید و پادشاه را حسب حال لطبع آرد و این همه از بهر انبساط دل
مخدوم و طبع ممدوح می باید و شعرا هر چه یافته اند از صلات معظم
بدیهه و حسب حال یافته اند

حکایت

فرخی از سیستان بود پسر جولوغ غلام امیر خلف بانو طبعی بغایت
نیکو داشت و شعر خوش گفتی و چنگ تر زدی و خدمت دهقانی
کردی از دهاقین سیستان و این دهقان او را هر سال دویست کیل پنج منی غله
دادی و صد درم سیم نوحی او را تمام بودی اما زنی خواست هم از موالی
خلف و خرجش بیشتر افتاد و دبه و زنبیل درافزود و فرخی بی برگ ماند و در سیستان
کسی دیگر نبود مگر امرای ایشان فرخی قصه بدهقان برداشت که مرا خرج
بیشتر شده است چه شود که دهقان از انبار که رسم منست غله سیصد
کیل کند و سیصد و پنجاه درم تا مگر با خرج من برابر شود دهقان
بر پشت قصه توقیع کرد که این قدر از تو دریغ نیست و افزون از این
را روی نیست فرخی چون بشنید مایوس گشت و از صادر و وارد
استخبار کرد که در اطراف و اکناف عالم نشان ممدوحی شنود تا روی
بدو آرد باشد که اصابتی یابد تا خبر کردند او را از امیر ابو المظفر چغانی
بچغانیان که این نوع را تربیت میکند و این جماعت را صله و جایزه فاخر
همیدهد و امروز از ملوک عصر و امرای وقت در این باب او را انبازی نیست

قصیدہ بگفت و عزیمت آں جانب کرد۔

باکاروان حلہ برفتم زسیستان ‏ ‏ ‏ باحلۂ تنیدہ زدل بافتہ زجان

الحق نیکو قصیدہ ایست ودروصف شعر گفتہ است ودرغایت نیکوئی ومدح بے نظیر است پس برگے بساخت وروئے بچغانیاں نہاد وچون بحضرت چغانیاں رسید بہارگاہ بود وامیر بداغگاہ وشنیدم کہ ہیجدہ ہزار مادیان نہی داشت۔ ہریکے را کرہ دردنبال وہر سال برفتے وکرگان داغ فرمودے وعمید اسعد کہ کدخدائے امیر بود بحضرت بود ونزلے راست میکرد تا درپے امیر شود فرخی بنزدیک اورفت واورا قصیدہ خواند وشعر امیر بروعرضہ کرد خواجہ امید اسعد مردے فاضل بود وشاعر دوست شعر فرخی را شعرے دید تر وعذب خوش واستادانہ فرخی را سگزی دید بے اندام جبہ پیش وپس چاک پوشیدہ ودستارے بزرگ سگزی وار درسر وپائے وکفش بس ناخوش وشعرے درآسمانِ ہفتم ہیچ باور نکرد کہ ایں شعر آں سگزی را شاید بود برسبیل امتحان گفت امیر بداغگاہ است ومن میروم پیش او ترا با خود ببرم بداغگاہ کہ داغگاہ عظیم خوش جائے است۔ جہانے درجہانے سبزہ بینی پرخیمہ وچراغ چوں ستارہ ازہریکے آوازِ رود مے آید وحریفان درہم نشستہ وشراب مے نوشند وعشرت مے کنند وبدرگاہ امیر آتش افروختہ چند کوہی کہ کرگان را داغ مے کنند وپادشاہ شراب در دست وکمند در دست دیگر شراب میخورد واسپ مے بخشد قصیدہ گوئی لائق وقت وصفت داغگاہ کن ترا پیش امیر برم۔ فرخی آں شب برفت وقصیدہ

پرداخت سخت نیکو و بامداد در پیش خواجه عمید اسعد آورد و آن قصیده این است:-

چون پرند نیلگون بر روی پوشد مرغزار — پرنیان هفت رنگ اندر سر آرد کوهسار

خاک را چون ناف آهو مشک زاید بی‌قیاس — بید را چون پر طوطی برگ روید بی‌شمار

دوش وقت صبحدم بوی بهار آورد باد — حبذا باد شمال و خرما بوی بهار

باد گوئی مشک سوده دارد اندر آستین — باغ گوئی لعبتان جلوه دارد در کنار

نسترن لولوی بیضا دارد اندر مرسله — ارغوان لعل بدخشی دارد اندر گوشوار

تا برآرد جامه‌های سرخ مل بر شاخ گل — پنجه‌های دست مردم سر فرو کرد از چنار

باغ بوقلمون لباس و شاخ بوقلمون نمای — آب مروارید گون و ابر مروارید بار

راست پنداری که خلعتهای رنگین یافتند — باغهای پرنگار از داغگاه شهریار

داغگاه شهریار اکنون چنان خرم بود — کاندرو از خرمی خیره بماند روزگار

سبزه اندر سبزه بینی چون سپهر اندر سپهر — خیمه اندر خیمه چون سیمین حصار اندر حصار

هر کجا خیمه است خفته عاشقی با دوست مست — هر کجا سبزه است شادان یاری از دیدار یار

سبزه‌ها با بانگ چنگ مطربان چرب دست — خیمه‌ها با بانگ نوش ساقیان میگسار

عاشقان بوس و کنار و نیکوان ناز و عتاب — مطربان رود و سرود و خفتگان خواب و خمار

بر در پرده سرای خسرو پیروزبخت — از پی داغ آتشی افروخته خورشیدوار

برکشیده آتشی چون مطرد دیبای زرد — گرم چون طبع جوان و زرد چون زر عیار

داغها چون شاخهای بسد یاقوت رنگ — هر یکی چون ناردانه گشته اندر زیر نار

ریدکان خواب نادیده مصاف اندر مصاف — مرکبان داغ ناکرده قطار اندر قطار

خسرو فرخ سیر بر بارۂ دریا گذر — با کمند اندر میان دشت چون اسفندیار
همچو زلفِ نیکواں خردگیسو تاب خوردہ — همچو عهد دوستان سالخوردہ استوار
میر عادل بوالمظفر شاہ با پیوستگاں — شاد و بان و شاد خوار و کامران و کامگار
هر کرا اندر کمند شصت بازی در فکند — گشت نامش بر سرین شاه و در بیش نگار
هر چه زین سو داغ کرد از سوئے دیگر هدیه داد — شاعراں را با لگام و زائراں را با فسار

چوں خواجه عمید اسعد این قصیدہ بشنید حیراں فرو ماند که هرگز مثل آں بگوش او فرو نشده بود جمله کارہا فرو گذاشت و فرخی را بر نشاند و رُوے بامیر نهاد و آفتاب زرد پیش امیر آمد و گفت - اے خداوند ترا شاعرے آوردہ ام که تا دقیقی روئے در نقاب خاک کشیدہ است کس مثل او ندیدہ است و حکایت کرد آنچه رفته بود - پس امیر فرخی را بار داد، چوں در آمد خدمت کرد، امیر دست داد و جائے نیکو نامزد کرد و بپرسید و بنواختش و بعاطفتِ خویش اُمیدوارش گردانید چوں شراب دورے چند در گذشت - فرخی برخاست و بآوازِ حزین و خوش این قصیدہ بخواند که :—

با کاروانِ حلّه برفتم ز سیستاں

چوں تمام برخواند امیر شعر شناس بود و نیز شعر گفتے ازین قصیدہ بسیار شگفتیها نمود - عمید اسعد گفت اے خداوند باش تا بهتر بینی - فرخی خاموش گشت و دم در کشید تا غایت مستی امیر پس برخاست و آں قصیدۂ داغگاه برخواند - امیر حیرت آورد - پس در آں حیرت روئے بفرخی

آورد و گفت هزار سر کرّه آورده‌اند همه روی سپید و چهار دست و پای
سپید ختلی راهِ تراست۔ تو مردی سگزی و عیاری چندانکه بتوانی گرفت
بگیر ترا باشد۔ فرخی را شراب تمام دریافته بود و اثر کرده بیرون آمد
و زود دستار از سر فرو گرفت خویشتن را در میان سیله افگند و یک
گله در پیش کرد و بدان روی دشت بیرون برد و بسیار بر چپ و
راست و از هر طرف بدوانید که یکی نتوانست گرفت۔ آخر الامر
رباطی ویران بر کنار لشکرگاه پدید آمد۔ کرگان در آن رباط شدند
فرخی بغایت مانده شده بود۔ در دهلیز رباط دستار زیر سر نهاد
و حالی در خواب شد از غایت مستی و ماندگی۔ کرگان را بشمردند چهل و دو سر
بودند۔ رفتند و احوال با امیر بگفتند۔ امیر بسیار بخندید و شگفتیها نمود
و گفت مردی مقبل است کارِ او بالا گیرد۔ او را و کرگان را نگاه
دارید۔ و چون او بیدار شود مرا بیدار کنید۔ مثال پادشاه را
امتثال کردند۔ دیگر روز بطلوعِ آفتاب فرخی برخاست و خود برخاسته
بود و نماز کرده بار داد و فرخی را بنواخت و آن کرگان را بکسان او
سپردند۔ و فرخی را اسپ با ساخت خاصه فرمود و دو خیمه و سه استر
و پنج سر برده و جامهٔ پوشیدنی و گستردنی و کارِ فرخی در خدمت او
عالی شد و تجملی تمام ساخت پس بخدمتِ سلطان یمین الدوله محمود رفت
و چون سلطان محمود او را متجمل دید بهمان چشم در نگریست و کارش بدانجا
آمد که تا بیست غلام سیمین کمر از پس او برنشستندی والسلام۔

حکایت

در سنہ عشر و خمسمائہ پادشاہِ اسلام سنجر بن ملک شاہ اطال اللہ
بقائہ و ادام المعالی ارتقائہ بحدِ طوس بدشتِ تروق بہار داد و دو ماہ
آنجا مقام کرد و من از ہری بر سبیل الانتجاع بداں حضرت پیوستم
نداشتم از برگ و تجمل ہیچ۔ قصیدہ بگفتم و نزدیک امیر الشعراء معزی رفتم
و افتتاح ازو کردم و شعرِ من بدید و انچند نوع مرا بر سُخت بمرادِ او آمدم۔
بزرگیہا فرمود و مہتریہا واجب داشت۔ روزے پیش او از روزگار شکایتے
مے نمودم و گلہ مے کردم۔ مرا دل دادہ گفت تو دریں علم رنج بردہ
و تمام حاصل کردہ۔ آں را ہر آئینہ اثرے باشد و حالِ من ہمچنیں بود و ہر گز
ہیچ شعرے نیک ضائع نماندہ است۔ تو دریں صناعت حظے داری و سخن
ہموار و عذب و روئے در ترقی دارد باش تا بینی کہ ازیں علم نیکوئیہا بینی
و اگر روزگار در ابتدا مضایقتے نماید در ثانی الحال کار بمرادِ تو گردد
و پدرِ من امیر الشعراء برہانی رحمۃ اللہ علیہ در اول دولتِ ملک شاہ بشہر
قزوین از عالم فنا بعالم بقا تحویل کرد و در آں قطعہ کہ سخت معروف است
مرا بسلطان ملک شاہ سپرد دریں بیت۔ بیت

من رفتم و فرزند من آمد خلفِ صدق　　او را بخدا و بخداوند سپردم

پس جامگی و اجرائے پدر بمن تحویل افتاد و شاعرِ ملک شاہ شدم و سالے
در خدمت پادشاہ روزگار گذاشتم کہ جز وقتے از دور او را نتوانستم

دیدن و از اجرا و جامگی یکمن و یک دینار نیافتم و خرج من زیادت شد
و وام بگردن من در آمد و کار در سر من بپیچید و خواجهٔ بزرگ نظام الملک
رحمة الله در حق شعر اعتقادی نداشتے از آنکه در معرفت او دست نداشت
و از ائمه و متصوفه بهیچ کس نمی پرداخت روزیکه فردای آن رمضان
خواست بود و من از جمله خرج رمضانی و عیدی دانگے نداشتم و
در آن دلتنگی نزدیک علاء الدوله امیر علی فرامرز رفتم که پادشاه زاده بود و
شعردوست و ندیم خاص سلطان بود و داماد او حرمت تمام داشت و
گستاخ بود و در آن دولت منصب بزرگ داشت و مرا تربیت کردی
گفتم زندگانی خداوند دراز باد - نه هر کاری که پدر بتواند کرد و پسر بتواند
کرد یا آنچه پدر را آید پسر را آید - پدر من مردی جلد و سهم بود - و در این
صناعت مرزوق و خداوند جهان سلطان شهید الپ ارسلان را
در حق او اعتقادی بودی آنچه از او آمد از من همی نیاید مرا حیائی
مانع است و نازک طبعی با آن یار است یک سال خدمت کردم و
هزار دینار وام بر آوردم و دانگے نیافتم - دستوری خواه بنده را تا نیشاپور
باز گردد و وام بگزارد و با آن باقی که بماند همی سازد و دولت قاهره را دعائے
همے گوید امیر علی گفت راست گفتی همه تقصیر کرده ایم بعد از این نکنیم سلطان
نماز شام بماه دیدن بیرون آید باید که آنجا حاضر باشی - تا روزگار چه
دست دهد - حالی صد دینار فرمود تا برگ رمضان سازم و بر فور مهری
بیاوردند صد دینار نیشاپوری و پیش من نهادند عظیم شادمانه باز گشتم

وبرگِ رمضان بفرمودم ونمازِ دیگر بدرِ سراپردهٔ سلطان شدم قضا را
علاء الدوله همان ساعت دررسید خدمت کردم گفت سره کردی
دروقت آمدی۔ پس فرود آمد وپیش سلطان شد آفتاب زرد وسلطان
از سراپرده بدر آمد۔ کمان گروهه در دست علاء الدوله بود راست من
بدو پیوستم وخدمت کردم امیر علی نیکو تبها پیوست وبماه دیدن مشغول شدند
واول کسیکه ماه دید سلطان بود عظیم شادمانه شد۔ علاء الدوله مرا گفت
پسر برهانی دریں ماه نو چیزے بگوے من بر فور ایں دو بیتے گفتم۔

اے ماه چو ابروان یارے گوئی | یا نے چو کمانے شہریارے گوئی
نعلے زده از زرِ عیارے گوئی | در گوشِ سپهر گوشوارے گوئی

چوں عرضه کردم امیر علی بسیارے تحسین کرد سلطان گفت برو از آخور
هر کدام اسپ که خواهی بکشائے ودریں حالت بر کنار آخور بودم امیر علی اسپے
نامزد کرد بیاوردند وبکسانِ من دادند از پسے سی صد دینار نشاپوری
سلطان بمصلے رفت ومن در خدمت نمازِ شام بگذاردیم وبخوان شدیم
برخوان امیر علی گفت پسر برهانی دریں تشریفے که خداوندِ جهان فرمود
هیچ نگفتی۔ حالی دو بیتی بگوے من بر پائے جستم وخدمت کردم وچنانکه
آمد حالی ایں دو بیتی بگفتم۔

چوں آتشِ خاطر مرا شاه بدید | از خاک مرا بر زبرِ ماه کشید
چوں آب یکے ترانه از من بشنید | چوں باد یکے مرکبِ خاصم بخشید

چوں ایں دو بیتی ادا کردم، علاء الدوله احسنتها کرد وبسبب احسنت

او سلطان مرا ہزار دینار فرمود۔ علاء الدولہ گفت جامگی اجراش
نرسیدہ است فردا بر و امن خواجہ خواہم نشست تا جامگیش از خزانہ
بفرماید و اجراش بر سپاہاں نویسد گفت نگر تو کنی کہ دیگراں را ایں
حسبت نیست و او را بہ لقب من باز خوانید و لقب سلطان معز الدنیا
والدین بود۔ امیر علی مرا خواجہ معزی خواند سلطان گفت امیر معزی آں
بزرگ بزرگ زادہ چناں ساخت کہ دیگر روز نماز پیش ہزار دینار
بہ بخشیدہ و ہزار و دویست دینار جامگی و برات نیز ہزار من غلہ
بکن رسیدہ بود و چوں ماہ رمضان بیروں شد مرا بمجلس خواند و با سلطان
ندیم کرد و اقبال من روئے در ترقی نہاد و بعد از اں پیوستہ تیمار
من ہمے داشت و امروز ہرچہ دارم از عنایت آں پادشاہ زادہ
دارم۔ ایزد تبارک و تعالی خاک او را با انوار رحمت خوش گرداناد
بمنہ و فضلہ۔

حکایت

آل سلجوق ہمہ شعر دوست بودند اما ہیچکس شعر دوستی تر از طغانشاہ
بن الپ ارسلان نبود۔ و محاورت و معاشرت او ہمہ با شعرا بود و ندیمان
او ہمہ شعرا بودند۔ چوں امیر ابو عبداللہ قریشی و ابوبکر ازرقی و ابو منصور
ابا یوسف و شجاعی نسوی و احمد بدیہی و حقیقی و نسیمی و اینہا مرتب خدمت بودند
و آیندہ و روندہ بسیار بودند ہمہ از و مرزوق و محفوظ۔

یک روزے امیر با احمد بدیهی نرد مے باخت و نرد وده هزاری
بپایان کشیده بود و امیر دو مهره در ششگاه داشت و احمد بدیهی
دو مهره در یکگاه و ضرب امیر را بود۔ احتیاطها کرد و بینداخت
تا دو شش زند، دو یک برآمد عظیم تیره شد و از طبع برفت و جائے
آں بود و آں غضب بدرجہ کشید که هر ساعت دست به تیغ میکرد و
ندیمان چوں برگ بر درخت همے لرزیدند که پادشاه بود و کودک بود
و مقهور بچنان نقشے ابوبکر ارزقی برخاست و نزدیکِ مطربان شد و
ایں دو بیتی باز خواند۔

(ارزقی گوید)

گر شاه دو شش خواست و دو یک زخم افتاد   تا ظن نبری که کعبتین داد نه داد
آں زخم که کرد رائے شاهنشاه یاد   در خدمت شاه روئے بر خاک نهاد

ابا منصور ابا یوسف در سنه ۵۰۹ تسع و خمسمائه که من بهراة افتادم مرا
حکایت کرد که امیر طغانشاه بدیں دو بیتی چناں به نشاط آمد و خوش طبع
گشت که بر چشمهائے ارزقی بوسه داد و زر خواست پانصد دینار و در دهانِ
او مے کرد تا یک درست مانده بود و نشاط اندر آمد و بخشش کرد سبب آں
همه یک دو بیتی بود۔ ایزد تبارک و تعالی بر هر دو رحمت کناد بمنه و کرمه۔

حکایت

در شهور سنه ۵۷۲ اثنتین و سبعین و خمسمائه (الرعایة صح) صاحب غرضے

قصہ سلطان ابراھیم بے داشت کہ پسرِ او سیف الدولہ امیر محمود نیت آں
دارد کہ بجانب عراق بود و بخدمت ملک شاہ۔ سلطان را غیرت کرد و
چناں ساخت کہ او را ناگاہ بگرفت و ببست و بحصار فرستاد و ندیمان
او را بند کرد و بحصار ہا فرستاد و از جملہ یکے مسعود سعد سلمان بود او را بوجیرستان
بقلعہ نائی فرستادند از قلعہ نائی دو بیتی بسلطان فرستاد۔

(مسعود سعد سلمان فرماید)

در بندِ تو اے شاہ ملکشہ باید تا بندِ تو پائے تاجدارے شاید
آنکس کہ ز پشتِ سعد سلمان آید گر زہر شود ملکِ ترا انگزاید

ایں دو بیتی علی خاص بر سلطان برد بروے ہیچ اثرے نکرد و اربابِ خرد
و اصحابِ انصاف دانند کہ حبسیاتِ مسعود در علو بچہ درجہ است و در
فصاحت بچہ پایہ بود، وقت باشد کہ من از اشعارِ او ہمی خوانم
موے بر اندامِ من بر پائے خیزد و جائے آں بود کہ آب از چشمِ من برود۔
جملہ ایں اشعار بر آں پادشاہ خواندند و او بشنید کہ بر ہیچ موضع او گرم
نشد و از دنیا برفت و آں آزاد مرد را در زندان بگذاشت و مدتِ حبسِ
او بسبب قربتِ سیف الدولہ دوازدہ سال بود (و) در روزگارِ سلطان
مسعود ابراھیم بسببِ قربتِ ابو النصر پارسی را ہشت سال بود و چنداں
قصائد غرر و نفائس درر کہ از طبع وقادِ او زادہ، البتہ ہیچ مسموع نیفتاد
بعد از ہشت سال ثقۃ الملک طاہر علی مشکال او را بیروں آورد۔ و جملہ
آں آزاد مرد در دولتِ ایشاں ہمہ عمر در حبس بسر برد، و ایں بدنامی

در آن خاندان بزرگ بماند. من بنده اینجا متوقفم که این حال را بر چه
حمل کنم بر ثباتِ رائے یا بر غفلتِ طبع یا بر قساوتِ قلب یا بر بیدلی
در جمله ستوده نیست. و ندیدم هیچ خردمند که آن دولت را بر این حزم و
احتیاط صحبت کرد. و از سلطانِ عالم غیاث الدنیا والدین محمد بن
ملک شاه بذر همدان در واقعهٔ امیر شهاب الدین قتلمش البغازی
که داماد او بود بخواهر طیب اللّٰه ثراهما وسقی فی الجنان صداهما شنیدم که
خصم در حبس داشتن نشانِ بددلی است زیرا که از دو حال بیرون
نیست یا مصلح است یا مفسد. اگر مصلح است در حبس داشتن
ظلم است و اگر مفسد است مفسد را زنده گذاشتن هم ظلم است. در جمله
بر مسعود بسر آمد و آن بدنامی تا دامنِ قیامت بماند۔

حکایت

ملکِ خاقانیان از روزگارِ سلطان خضر بن ابراهیم طراوتی داشت
و شگرف سیاستی و مهابتی که بیش از آن نبود و او پادشاه خردمند
عادل و ملک آرائے بود. ماوراءالنهر و ترکستان او را مسلّم بود و از
جانبِ خراسان او را فراغتی تمام و خویشی و دوستی و عهد و وثیقت
برقرار و از جملهٔ تجمل ملک او یکے آن بود که چون برنشستے بجز دیگر
سلاح هفت صد گرزِ زرین و سیمین پیش اسپ او ببردندے و
شاعر دوستِ عظیم بود و استاد رشیدی. و امیر عمعق و نجیبی فرغانی و نجار

ساغرجی و علی بانیذی و پسر درغوش و پسر اسفراینی و علی سپهری در خدمت
او صلتهائے گران یافتند و تشریفهائے شگرف ستدند و امیر عمعق
امیر الشعراء بود و از ان دولت حظے تمام گرفته و تجملے قوی یافته چون
غلامان ترک و کنیزکان خوب و اسپان راهوار و ساختهائے زر و جامهائے
فاخر و ناطق و صامت فراوان و در مجلس پادشاه عظیم محترم بود و بضرورت
دیگر شعرا را خدمت او همی بایست کردن و از استاد رشیدی همان
طمع میداشت که از دیگران و وفلمے شد۔ اگرچه رشیدی جوان بود اما
عالم بود و در صناعت ستی زینب ممدوحه او بود و همگی حرم خضر خان
در فرمان او بود و نزدیک پادشاه قربتے تمام داشت۔ رشیدی را او
بستودے و تقریر فضل او کردے تا کار رشیدی بالا گرفت و سید الشعرائی
یافت و پادشاه را در وا اعتقادے پدید آمد و صلتهائے گران بخشید
روزے در غیبت رشیدی از عمعق پرسید که شعر عبد السید رشیدی را چون
مے بینی۔ گفت شعرے بغایت نیک منقح و منقح اما قدرے نمکش در مے باید
ہلیں روزگارے بر آمد که رشیدی در رسید و خدمت کرد و خواست
که بنشیند پادشاه او را پیش خواند و بتقریبے چنانکه عادت ملوک است
گفت امیر الشعرا را پرسیدم که شعر رشیدی چون است گفت نیک است
اما بے نمک است باید که درین معنی بیتے دو بگوئی۔ رشیدی خدمت کرد
و بجائے خویش آمد و بنشست و بر بدیهه این قطعه بگفت۔

شعرهائے مرا به بے نمکی عیب کردی روا بود شاید

شعر من همچو شکر و شهد است | وندرین دو نمک نکو ناید
شلغم و باقلیست گفتهٔ تو | نمک ای قلتبان ترا باید

چون عرضه کردم پادشاه را عظیم خوش آمد۔ و در ماوراء النهر عادت و رسم است که در مجالس پادشاه و دیگر مجالس زر و سیم در طبقها بنقل نهند و آن را سیم طاقا یا جفت خوانند و در مجالس خضرخان بخش (را ؟) چهار طبق زر سرخ نهاده بودی در هر یکی دویست و پنجاه دینار و آن بمشت بمشت بخشیدی این روز چهار طبق رشیدی را فرمود و صیت تمام پدید آمد و معروف گشت زیرا که چنانکه ممدوح بشعر نیک شاعر معروف شود شاعر بصلهٔ گران پادشاه معروف شود که این دو معنی متلازمان اند۔

حکایت

استاد ابوالقاسم فردوسی از دهاقین طوس بود از دیهی که آن دیه را باژ خوانند و از ناحیت طبرستان است بزرگ دیهی است و از وی هزار مرد بیرون آید۔ فردوسی در آن دیه شوکتی تمام داشت چنانکه بدخل آن ضیاع از امثال خود بی نیاز بود و از عقب یک دختر بیش نداشت شاهنامه بنظم همی کرد و همه امید او آن بود که از صلهٔ آن کتاب جهاز آن دختر بسازد۔ بیست و پنج سال در آن کتاب مشغول شد که آن کتاب تمام کرد و الحق هیچ باقی نگذاشت و سخن را بآسمان علیین برد و در عذوبت

بماہچنین برسانید و کدام طبع را قدرت آں باشد کہ سخن را بدیں رتبہ رساند کہ او رسانیدہ است۔ در نامہ کہ زال ہمے نویسد بسام نریمان بجانداران دراں حال کہ بارودابہ دختر شاہ کابل پیوستگی خواست کرد۔

یکے نامہ فرمود نزدیک سام | سراسر درود و نوید و خرام
نخست از جہاں آفریں یاد کرد | کہ ہم داد فرمود و ہم داد کرد
وزو باد بر سام نیرم درود | خداوند شمشیر و گوپال و خود
چمانندۂ چرمہ ہنگام گرد | چرانندۂ کرگس اندر نبرد
فزایندۂ باد آوردگاہ | فشانندۂ خوں ز ابر سیاہ
بمردی ہنر در ہنر ساختہ | سرش از ہنر گردن افراختہ

من در ہمہ سخنے بدیں فصاحتے نمی بینم و در بسیاری از سخن عرب ہم ہمچوں فردوسی کشاہنامہ تمام کرد۔ نسّاخ او علی دیلم بود و راوی ابودلف و شکر (؟) حیی قتیبہ کہ عامل طوس بود بجائے فردوسی ایادی داشت نام ایں ہر سہ بگوید۔

ازیں نامہ از نامداران شہر | علی دیلم و بودلف راست بہر
نیامد جز احسنت شاں بہرہ ام | بگفت اندر احسنت شاں زہرہ ام
حیی قتیبہ است از آزادگاں | کہ از من نخواہد سخن رائگاں
نیم آگہ از اصل و فرع خراج | ہمے غلطم اندر میان دواج

حیی قتیبہ عامل طوس بود و ایں قدر او را واجب داشت و از دواج فرو نہاد لاجرم نام او تا قیامت بماند و پادشاہاں ہمے خوانند پس

شاهنامه علی دیلم در هفت مجلد بنبشت و فردوسی بودلف را برگرفت و
روی بحضرت غزنین نهاد و بپایمردی خواجه بزرگ احمد حسن کاتب
عرضه کرد و قبول افتاد و سلطان محمود از خواجه منتها داشت اما خواجه
بزرگ منازعان داشت که پیوسته خاکِ تخلیط در قدحِ جاهِ او همی
انداختندی محمود با آن جماعت تدبیر کرد که فردوسی را چه دهیم گفتند
پنجاه هزار درم و این خود بسیار باشد که او مردی رافضی است
و معتزلی مذهب و این بیت بر اعتزال او دلیل کند که او گفت۔

به بینندگان آفریننده را نبینی مرنجان دو بیننده را

و بر رفض او این بیتها دلیل است که او گفت۔

خردمند گیتی چو دریا نهاد برانگیخته موج ازو تند باد
چو هفتاد کشتی درو ساخته همه بادبانها برافراخته
میانه یکی خوب کشتی عروس برآراسته همچو چشم خروس
پیمبر بدو اندرون با علی همه اهل بیت نبی و وصی
اگر خلد خواهی بدیگر سرائے بنزد نبی و وصی گیر جائے
گرت زین بد آید گناه من است چنین دان و این راه راهِ من است
برین زادم و هم برین بگذرم یقین دان که خاک پئے حیدرم

و سلطان محمود مردے متعصب بود درو این تخلیط بگرفت و مسموع
افتاد و درجمله بیست هزار درم بفردوسی رسید بغایت رنجور شده
بگرمابه رفت و برآمد فقاعے بخورد و آن سیم میانِ حمامی و فقاعی قسم فرمود۔

سیاستِ محمود دانست بشب از غزنین برفت و بهری بدکان اسمعیل وراق
پدر ازرقی فرود آمد و شش ماه در خانهٔ او متواری بود تا طالبانِ محمود
بطوس رسیدند و باز گشتند۔ و چون فردوسی ایمن شد از هری روے
بطوس نهاد و شاهنامہ برگرفت و بطبرستان شد بنزدیک سپہبد
شہریار کہ از آلِ باوند در طبرستان پادشاہ او بود و آن خاندانے است
بزرگ نسبت ایشان بیزدگرد شہریار پیوندد پس محمود را ہجا کرد در دیباچہ
بیتے صد بر شہریار خواند۔ و گفت من این کتاب را از نام محمود با نام تو
خواہم کردن کہ این کتاب ہمہ اخبار و آثار جدانِ تست شہریار او را بنواخت
و نیکوئیہا فرمود و گفت یا استاد محمود را بر آن داشتند و کتاب ترا
بشرطے عرضہ نکردند و ترا تخلیط کردند و دیگر تو مرد شیعی و ہر کہ تولی بخاندان
پیامبر کند او را دنیاوی ہیچ کارے نرود کہ ایشان را خود نرفتہ است
محمود خداوندگارِ من است تو شاہنامہ بنام او رہا کن و ہجو او بمن
دہ تا بشویم و ترا اندک چیزے بدہم محمود خود ترا خواند۔ و رضائے تو
طلبد۔ و رنج چنین کتاب ضائع نماند و دیگر روز صد ہزار درم فرستاد
و گفت ہر بیتے بہزار درم خریدم آن صد بیت بمن دہ و با محمود
دل خوش کن۔ فردوسی آن بیتہا فرستاد بفرمود تا بشستند۔ فردوسی
نیز سواد بشست و آن ہجو مندرس گشت و از آن جملہ این شش بیت بماند

مرا غمز کردند کان پر سخن ۔ بمہر نبی و علی شد کہن
اگر مہرِ شان من حکایت کنم ۔ چو محمود را صد حمایت کنم

پرستار زاده نیاید بکار | وگر چند باشد پدر شهریار
ازین در سخن چند رانم همی | چو دریا کرانه ندانم همی
به نیکی نبد شاه را دستگاه | وگرنه مرا برنشاندی بگاه
چو اندر تبارش بزرگی نبود | ندانست نام بزرگان شنود

الحق نیکو خدمتی کرد شهریار محمود را و محمود از و منتها داشت در سنه
اربع عشره و خمسمایه بنشابور شنیدم از امیر معزی که او گفت از امیر عبدالرزاق
شنیدم بطوس که او گفت وقتی محمود بهندوستان بود و از انجا باز گشته
بود و روی بغزنین نهاده مگر در راه او متمردی بود و حصاری استوار داشت
و دیگر روز محمود را منزل بر در حصار او بود پیش او رسولی بفرستاد
که فردا باید که پیش آیی و خدمتی بیاری و بارگاه ما را خدمت کنی
و تشریف بپوشی و باز گردی۔ دیگر روز محمود برنشست و خواجه
بزرگ بر دست راست او همی راند که فرستاده باز گشته بود
و پیش سلطان همی آمد سلطان با خواجه گفت چه جواب داده
باشد۔ خواجه این بیت فردوسی بخواند۔

اگر جز بکام من آید جواب
من و گرز و میدان و افراسیاب

محمود گفت این بیت کراست که مردی از وی همی زاید گفت بیچاره
ابوالقاسم فردوسی راست که بیست و پنج سال رنج برد و چنان کتابی تمام کرد
و هیچ ثمره ندید۔ محمود گفت سره کردی که مرا از آن یاد آوردی که من از آن

پشیمان شده ام آن آزاده مرد از من محروم ماند بغزنین مرا یاد ده تا اورا
چیزی فرستم خواجه چون بغزنین آمد بر محمود یاد کرد سلطان گفت شصت
هزار دینار ابوالقاسم فردوسی را بفرمای تا بنیل دهند و باشتر سلطانی بطوس
برند و عذر خواهند خواجه سالها بود تا درین بند بود آخر آن کار را
چون زر بساخت و اشتر گسیل کرد و آن نیل بسلامت بشهر طبران رسید
از دروازهٔ رودبار اشتر در میشد و جنازهٔ فردوسی بدروازهٔ رزان
بیرون همی بردند در آن حال مذکری بود در طبران تعصب کرد و
گفت من رها نکنم تا جنازهٔ او در گورستان مسلمانان برند که او رافضی
بود و هر چند مردمان بگفتند با آن دانشمند در نگرفت درون دروازه باغی
بود ملک فردوسی او را در آن باغ دفن کردند امروز هم در آنجا است
و من در سنهٔ عشر و خمسمائه آن خاک را زیارت کردم گویند از فردوسی
دختری ماند سخت بزرگوار صلهٔ سلطان خواستند که بدو سپارند
قبول نکرد و گفت بدان محتاج نیستم صاحب برید بحضرت بنوشت
و بر سلطان عرضه کردند مثال داد که آن دانشمند از طبران برود بدین
فضولی که کرده است و خانمان بگذارد و آن مال بخواجه ابوبکر اسحق
کرامی دهند تا رباط چاهه که بر سر راه نشابور و مرو است در حد طوس
عمارت کند چون مثال بطوس رسید فرمان را امتثال نمودند و عمارت
رباط چاهه از آن مال است

ومن بنده را نظامی عروضی خوانند گفت تو بهی یا ایشان امیر عمید
دانست که بد گفته است و پادشاه را متغیر دید گفت ای خداوند
آن هر دو نظامی بدند و سبک مجلسها را بعربده بهم شوراندندی و هذیان
آوردندی ملک بر سبیل طیبت گفت باش تا این را ببینی که پنج قدح
سیکی بخورد و مجلس را بهم زند اما ازین هر سه نظامی شاعر ترکیست
امیر عمید گفت من آن دو را دیده ام و نیک المعرفه نشناسم اما این را
دیده ام و شعر او شنیده ام اگر درین معنی که برفت دو بیت بگوید
و من طبع او ببینم و شعر او بشنوم بگویم که کدام بهتر است ازین هر سه
ملک روی سوی من کرد و گفت هان ای نظامی تا ما را خجل نکنی
و چون گوئی چنان گوی که امیر عمید خواهد اندران وقت مرا در خدمت
پادشاه طبعی بود فیاض و خاطری وهاج و اکرام و انعام آن
پادشاه مرا بدان جا رسانیده بود که بدیهه من رویت گشته بود
قلم برگرفتم و تا دو بار دور درگذشت این پنج بیت بگفتم

در جهان سه نظامیم ای شاه — که جهانی ز ما بافغانند
من بورشاد پیش تخت شهم — وان دو در مرو پیش سلطانند
بحقیقت که در سخن امروز — هر یکی مفخر خراسانند
گرچه همچون روان سخن گویند — ورچه همچون خرد سخن دانند
من شرابم که شان چو دریابم — هر دو از کار خود فرو مانند

چون این پنج بیت عرضه کردم امیر عمید صفی الدین خدمت کرد و گفت

ای پادشاه نظامیان را بگذار من از جملهٔ شعراء ماوراءالنهر و خراسان و عراق هیچکس را طبع آن نشناسم که بر ارتجال چنین پنج بیت تواند گفت خاصه بدین متانت و جزالت و عذوبت مقرون بالفاظ عذب مشحون بمعانی بکر شاد باش ای نظامی ترا بر بسیط زمین نظیر نیست ای خداوند پادشاه طبعی لطیف داده و خاطری قوی و فضلی تمام و اقبال پادشاه و دولت و همت او ادامها الله در افزوده است نادره گشته و این همه تربیت پادشاه است که جوان است و روز افزون روی پادشاه عظیم برافروخت و بشاشتی در طبع لطیف او پدید آمد مرا تحسین کرد و گفت کان سرب ورشاد از ابتدا تا عید گوسفند کشان بتو دادم عامل بفرست چنانکه هم و اسحق یهودی را بفرستادم و در [illegible] تابستان بود و وقت کار و کوره ها می گداختند در مدت چهار ماه دوازده هزار من سرب از آن خمس بدین دعاگوی رسید و اعتقاد پادشاه در حق من بنده یکی هزار شد ایزد تبارک و تعالی آن خاک عزیز او را بشمع رضا منور کناد و جان شریف او را با جمع صالحان محشور کناد بمنه و کرمه

مقالهٔ سوم

در علم نجوم و غیرات منجم و در آن علم

ابوریحان بیرونی در کتاب التفهیم فی صناعة التنجیم باب اوّل
گوید که مرد نام منجّمی را سزاوار نشود تا در چهار علم اوّرا تمام نباشد
یکی هندسه و دوم حساب سوم هیئات چهارم احکام. امّا هندسه صناعتی
است که اندر وی شناخته شود حال اندازها و خطوط و اشکال سطوح
و مجسّمات و آن نسبتها که مر مقادیر راست بذاتها و خاصیتها راست
و آن نسبت که مر اعداد راست بدانچه او را اوضاع است و اشکال مشتمل
است بر اصول او کتاب اقلیدس نجاری که ثابت بن قرّه درستی
کرده است. امّا حساب صناعتی است که اندر وی شناخته شود
حال انواع اعداد و خاصیت هر نوعی اندر نفس خویش و حال نسبت
اعداد یک دیگر و تولید ایشان از یک دیگر و فروع او چون تضعیف
و تنصیف و ضرب و قسمت و جمع و تفریق و جبر و مقابله مشتمل است
اصول او بر کتاب الارثماطیقی و فروع او بر التکملة ابومنصور بغدادی
و صد باب سجزی. امّا علم هیئات (علمی است) که شناخته شود
اندر وی حال اجزای عالم علوی و سفلی و اشکال و اوضاع ایشان

ونسبت ایشان با یکدیگر و مقادیر و ابعادے که میان ایشان است
و حال آن حرکات که مر کواکب راست و افلاک را و تعدیل کردن ها و
قطعهائے دائرہ ہا کرد که بدو این حرکات تمام شود و مشتمل است
براین علم را کتاب مجسطی و بهترین تفسیرها و بهترین شرحهائے او
تفسیر تبریزی است مجسطی شفا اما فروع این علم علم زیجها است
و علم تقاویم اما علم احکام از فروع علم طبیعی است و فائده‌اش تخمین از
مظنون و اندازه استدلال است از اشکال کواکب بقیاس با یکدیگر
و بقیاس بروج و برج بر فیضان آن خواهد که بحرکات ایشان در آفاق
شود از احوال آن و از عالم و بلاد و ممالک و بلدان و موالید و تحاویل
و تسییر و اختیارات و مسائل و مشتمل است بر آنچه شعر و علم تصانیف
ابو معشر بلخی و احمد عبدالجلیل سجزی و ابو ریحان بیرونی و کوشیار جیلی
پس منجم باید که مردے بود زکی النفس زکی الخلق رضی الخلق و کوئی متهم
و مجنون و کمانت از شر الخط این باب است و از لوازم این صناعت
را منجم که احکام خواهد گفت باید که سهم الغیب در طالع وارد
یا بجائے نیکا از طالع و خداوند تا سهم الغیب مسعود و در موضع
محمود تا آنچه گوید از احکام بصواب نزدیک باشد و از شرائط
منجم یکے آنست که مجمل الاصول کوشیار یاد دارد و کتاب تفهیم بیرونی
مدام مطالعه میکند و قانون مسعودی و جامع شاهی مے نگرد تا معلومات و مصنوعات
او تازه ماند

حکایت

یعقوب بن اسحق کندی یهودی بود اما فیلسوف زمانهٔ خویش بود و حکیم
روزگار خود بخدمت مامون او را قرابتے بود، روزے پیش مامون در آمد
در زبر دستِ یکے از ائمهٔ اسلام نشست آں امام گفت
تو مردے ذمی باشی چرا بر زبر ائمهٔ اسلام نشینی یعقوب جواب داد که
از بہر آنکه آنچه تو دانی من دانم و آنچه من دانم تو ندانی، آں امام
او را بنجوم شناخته و از دیگر علمش خبر نداشت، گفت بر پارهٔ کاغذ چیزے
نویسیم اگر تو بیروں آری که چه نوشته‌ام ترا مسلّم دارم پس گرو بستند از
امام ردائے و از یعقوب بن اسحق استرے و ساختے که هزار دینار ارزیدے
و بر در سراے ایستاده بود، پس دوات خواست و بر پارهٔ کاغذ چیزے نوشته
چیزے و در زیر نهالی خلیفه نهاد و گفت بیار یعقوب بن اسحق تخته خاک
خواست و بر خاست و ارتفاع بگرفت و طالع درست کرد و زایچه
بر تخته کشید، و آں برکشید و کواکب را تقویم کرد و در بروج ثابت کرد
و شرائط خبی و ضمیر بجاے آورد و گفت یا امیر المومنین بر آں کاغذ
چیزے نوشته است که آں چیزے اوّل نبات بوده است و آخر حیوان
شده، مامون دست در زیر نهالی کرد و آں کاغذ بر گرفت و بیروں آورد
آں امام نوشته بود بر آنجا که عصاے موسی، مامون عظیم تعجب کرد و آں
امام شگفتیها نمود، پس ردا از وی بستد و دو نیمه کرد، پیش مامون و گفت

در ایام که این سخن در بغداد فاش گشت و از بغداد بعراق و خراسان
سرایت کرد و منتشر گشت فقیهی از فقهای بلخ از آنجا که تعصب
دانشمندان بود کاری پیش گرفت و در میان کتابی کاردی نهاد که به بغداد
آید و بدر سرای یعقوب اسحق کندی شود و نجوم آغاز کند و فرصت همی جوید تا
پس ناگاه کاری او را بکشد پس بهمین عزم از بلخ بکشید تا به بغداد
رسید و بگرمابه رفت و بیرون آمد و جامه پاکیزه در پوشید و آن کتاب
در آستین نهاد و روی بسرای یعقوب اسحق آورد چون بدر سرای
رسید مرکبهای بسیار دید با ساخت زر بر در سرای ایستاده که
چه از بنی هاشم و چه از معارف و بزرگان بغداد سر فرود انداخت و
در حلقه پیش یعقوب در رفت و ثنا گفت و گفت میخواهم از علم نجوم
بر مولانا چیزی خوانم یعقوب گفت تو از جانب مشرق بکشتن من آمده
نه بعلم نجوم خواندن ولیکن از آن پشیمان شوی و نجوم بخوانی و در آن علم
بکمال رسی و در امت محمد علیه السلام از منجمان بزرگ یکی باشی آن همه
بزرگان که نشسته بودند از این سخن عجب داشتند و ابو معشر مقر آمد
و کارد از میان کتاب بیرون آورد و بشکست و بینداخت و زانو خم
داد و پانزده سال تعلیم کرد تا در علم نجوم رسید بدان درجه که رسید

حکایت

آورده اند که یمین الدوله سلطان محمود بن ناصر الدین بشهر غزنین

بیالاستی که خنگ و چهار دری نشسته بود بباغ هزار درخت بنشسته با ابوریحان
کرد و گفت من ازین چهار در کدام در بیرون خواهم رفتن حکم کن و اختیار
آن بر پاره کاغذ بنویس و در زیر نهالی من بنه و این بر چهار در ره گذر داشت
ابوریحان اسطرلاب خواست و ارتفاع بگرفت و طالع درست کرد
و ساعتی اندیشه کرد و بر پاره کاغذ بنوشت و در زیر نهالی نهاد
محمود گفت حکم کردی؟ گفت کردم محمود بفرمود تا کلند و تیشه و بیل
آوردند بر دیواری که جانب مشرق است دری دیگر بکندند
و از آن در بیرون رفت و گفت آن کاغذ پاره بیاورند ابوریحان بر وی
نوشته بود که ازین چهار در هیچ بیرون نشود بر دیوار مشرق دری کنند
و از آن در بیرون شود محمود چون بخواند طیره گشت گفت او را بمیان
سرای فرو اندازید چنان کردند مگر بام میانگین دامی بسته بود
ابوریحان بر آن دام آمد و دام بدرید و آهسته بر زمین فرود آمد چنانکه
بسی افگار نشد محمود گفت او را برآرید برآوردند گفت یا ابوریحان
ازین حال باز ندانسته بودی؟ گفت ای خداوند دانسته بودم گفت
دلیل کو؟ غلام را آواز داد و تقویم از غلام بستد و تحویل خویش از میان
تقویم بیرون کرد و در احکام آن روز نوشته بود که مرا از جایی بلند
بیندازند ولیکن بسلامت بزمین آیم و تندرست برخیزم این سخن
نیز موافق رای محمود نیامد طیره‌تر گشت گفت او را بقلعه برید و باز
دارید او را بقلعه غزنین بازداشتند و شش ماه در آن حبس بماند۔

پس سهم السعادة و سهم الغیب بدین علت هر دو بر درجه طالع افتاده
بودند چون سن او به پانزده کشید او را علم نجوم بیاموختم و دران
باره چنان شد که سوالهای مشکل ازین علم جواب همی گفت و احکام او
بصواب نزدیک همی آمد و مخدرات روی بوی نهادند و سوال
همی کردند هر چه گفت بیشتر با قضا برابر افتادی تا یک روز پیرزنی
پیش او آمد و گفت پسری از آنِ من چهار سال است تا بسفر است و از وی
هیچ خبر ندارم نه از حیات و نه از ممات، بنگر تا از زندگان است
یا از مردگان آنچه که هست مرا از حال او آگاه کن منجم برخاست
و ارتفاع بگرفت و درجه طالع درست و زایچه برکشید و کواکب ثابت کرد
نخستین سخن این بگفت که پسر تو باز آمد، پیرزن طیره شد و گفت
ای فرزند آمدن او را امید ندارم همین قدر بگوی که زنده است
یا مرده گفت میگویم که پسرت آمد برو اگر نیامده باشد باز آی تا بگویم
که چون است، پیرزن بخانه شد پسر آمده بود بار از و را از گوش فرو
می گرفتند پسر را در کنار گرفت و دو مقنعه برگرفت و نزدیک او آورد
و گفت راست گفتی پسر من آمد و با هدیه دعا نیکو کرد و او را آن شب
چون بخانه رسیدم و این خبر بشنیدم از وی سوال کردم که بچه دلیل گفتی
و از کدام خانه حکم کردی گفت بدینجا نرسیده بودم تا چون صورت طالع
تمام کردم مگسی در آمد و بر حرف درجه طالع نشست بدین علت
بر باطن من چنان روشن شد که این پسر رسید و چون بگفتم دیدم و براو

داودی مضایقت می‌کرد که او را چرا استجازت می‌نوشت و آن را امداد
بدانسته بود پیوسته داودی را با او در انداختی و آن هر دو مسلمان
درست او در یافته بود فی الجمله در دلها تنگی هر دو داودی را اشکالی
نبود و این فصل بدان آوردم تا پادشاه را معلوم باشد که در احکام نجومی
جنون و عشقه از شرائط آن باب است۔

حکایت

حکیم موصلی از طبقهٔ منجمان بود در نشاپور و خدمت خواجهٔ بزرگ نظام الملک
طوسی کردی و در مهمات خواجه او مشورت کردی و رای و تدبیر او
خواستی موصلی را چون سال برآمد و فتور قوای ظاهر شدن گرفت و
استرخاء بدان پدید آمد و نیز سفرهای دراز نتوانست کرد از خواجه
استعفا خواست تا بنشاپور شود و بنشیند و هر سالی تقویم و تحویلی
می فرستد و خواجه در و امن و عمر بقایای زندگانی بود گفت تعبیر
بران و بنگر که انحلال طبیعت من کی خواهد بود و آن قضاء لابد و حکم ناگزیر
در کدام تاریخ نزول خواهد کرد۔ حکیم موصلی گفت بعد از وفات من
بشش ماه خواجه اسباب ترفیه او بفرمود و موصلی بنشاپور شد و مرفه
بنشست و هر سال تقویم و تحویل می فرستاد اما هرگاه که کسی از نشاپور
بخواجه رسیدی نخست این پرسیدی که موصلی چون است تا خبر
سلامت و حیات می یافتی خوش طبع و خوش دل می بود تا در سنه

خمس و ثمانین و اربعمائة آینده از نشابور در رسید و خواجه از موصلی پرسید آنکس خدمت کرد و گفت صدر اسلام وارث اعمار باد موصلی کالبد خالی کرد گفت کی گفت نیمه ماه ربیع الاوّل جان بصدر اسلام داد و خواجه عظیم رنجیده دل شد و بیدار گشت و بکار خود باز نگریست و اوقات را سجل کرد و ادرارات را توقیع کرد و وصیت نامه بنوشت و بندگانے که دل فارغی حاصل کرده بودند آزاد کرد و قرضے که داشت بگزارد و آنچه که وسعت رسید خوشنود کرد و خصمان را بحل خواست و کار را منتظر نشست تا که رمضان اندر آمد ببغداد بدست آن جماعت شهید شد اَنَارَ اللّٰہ بُرهَانَہٗ وَ وَسَّعَ عَلَیْہِ رضوانہٗ اما چوں طالع طالع مولود صدری و کدخدائی و هیلاج درست بود و منجم حاذق و فاضل آں حکم بہ آئینہ راست آمد وَهُوَ اَعْلَمُ۔

حکایت

در سنہ ست و خمسمائة بشهر بلخ در کوئے برده فروشاں در سرائے امیر ابوسعد جرہ خواجہ امام عمر خیامی و خواجہ امام مظفر اسفزاری نزول کرده بودند و من بداں خدمت پیوستہ بودم در میانِ مجلس عشرت از حجة الحق عمر شنیدم کہ او گفت گورِ من در موضعے باشد کہ هر بہارے شمال بر من گل افشاں میکند مرا ایں سخن مستحیل نمود و دانستم کہ چنو کسے گزاف نگوید چوں در سنہ ثلثین بہ نیشاپور رسیدم چهار چند سال بود تا آں بزرگ روئے در نقاب خاک کشیده بود و عالم سفلی از وی یتیم مانده و

اورا برمن حقِ استادی بود۔ آدینه بزیارت او رفتم ویکے را با خود بردم که
خاک او را بمن نماید۔ مرا بگورستان حیره بیرون آورد و بر دست چپ گشتم
در پائینِ دیوار باغے خاک او دیدم نهاده و درختان امرود و زرد آلو
سر از آں باغ بیرون کرده و چنداں برگِ شکوفه بر خاک او ریخته بود که
خاکِ او در زیر گل پنهاں شده بود و مرا یاد آمد آں حکایت که بشهر بلخ از وی
شنیده بودم۔ گریه بر من افتاد که در بسیط عالم و اقطار ربع مسکون او را
هیچ جائے نظیرے نمی دیدم۔ ایزد تبارک و تعالی جائے او در جناں
کناد بمنه و کرمه۔

حکایت

اگرچه حکم حجة الحق عمر بدیدم اما ندیدم او را در احکام نجوم هیچ اعتقادے
و از بزرگاں کس ندیدم و نشنیدم که در احکام اعتقادے داشت در
زمستان سنه ثمان و خمسمائة بشهر مرو سلطاں کس فرستاد بخواجه بزرگ
صدر الدین محمد بن المظفر رحمة الله که خواجه امام عمر را بگوی تا اختیارے
کند که بشکار رویم که اندر آں چند روز برف و باراں نیاید و خواجه
امام عمر در صحبت خواجه بود و در سرائے او فرود آمدے خواجه کس
فرستاد و او را بخواند و ماجرا با وے بگفت برفت و دو روز در آں کرد و اختیارے
نیکو کرد و خود برفت و باختیار سلطاں را برنشاند و چوں سلطاں برنشست
و یک بانگ زمین برفت ابر درکشید و باد برخاست و برف و دمه

در استبداد و عناد ها کردند سلطان خواست که باز گردد خواجه امام گفت
پادشاه دل فارغ دارد که همین ساعت ابر باز شود و درین پنج روز
هیچ نم نباشد سلطان براند و ابر باز شد و در آن پنج روز هیچ نم نبود
و کس ابر ندید احکام نجوم اگرچه صنعتی معروف است اعتماد را
نشاید و باید که منجم در آن اعتماد درست نکند و هر حکم که کند حواله
با قضا کند

حکایت

بر پادشاه واجب است که هر چاکر و ندیم و خدمتکار که دارد او را
بیازماید اگر شرع را معتقد بود و بفرایض و سنن آن قیام کند و اقبال
نماید او را عزیز و گرامی گرداند و اعتماد کند و اگر برخلاف این بود او را
مهجور گرداند و حواشی مجلس خود را از سایه او محفوظ دارد که هر که در دین
خدای عز و جل و شریعت محمد مصطفی صلعم اعتقاد ندارد او را هیچ
اعتقاد نبود و شوم باشد بر خویشتن و بر مخدوم. در اوایل ملک سلطان
غیاث الدنیا والدین محمد بن ملکشاه قسیم امیر المؤمنین انار الله برهانه
ملک عرب صدقه عصیان آورد و گردن از ربقه طاعت بکشید و
با پنجاه هزار مرد عرب از حله قصد بغداد کرد و امیر المؤمنین المستظهر بالله
نامه در نامه و پیک در پیک روان کرده بود باصفهان و سلطان را
همی خواند و سلطان از منجمان اختیار همی خواست هیچ اختیاری

نبود و صاحب طالع سلطان راجح بود۔ گفتند اے خداوندا اختیارے
نے با ہم گفتند بجہد و تشدید کرد و لنگی نمود۔ منجماں بگریختند۔ غزنوی
بود کہ در کوئے کنبادو کلبۂ داشت و فال گوئی کردے و زناں بر او شدندے
و تعویذ و ستی نوشتے علم او غورے نداشت۔ بہ آنفاقی غلامے از آں سلطان
خویش را پیش سلطان انداخت و گفت کہ من اختیارے بکنم بداں اختیار
برو و اگر مظفر نشوی مرا گردن بزن۔ حالی سلطان خوش دل گشت و باختیار او
برنشست و دویست دینار نشاپوری او را داد و برفت و با صدقہ مصاف
کرد و لشکر را بشکست و صدقہ را بگرفت و بکشت و چوں مظفر و منصور
باصفہان باز آمد، فال گوئے را بنواخت و تشریف گراں داد و قریب
گردانید و منجماں را بخواند و گفت شما را اختیار نہ کردید ایں غزنوی
اختیارے کرد و برفتیم و خدائے عزوجل راست آورد چرا چنیں
کردید ہمانا صدقہ شما را رشوتے فرستادہ بود کہ اختیارے نکنید
ہمہ در خاک افتادند و بنالیدند و گفتند بداں اختیار ہیچ منجم راضی نبود
و اگر خواہند بنویسند و بخراساں فرستند تا خواجہ امام عمر خیامی چہ گوید سلطان
دانست کہ آں بیچارگاں راست میگویند۔ از ندماء خویش فاضلی را
بخواند و گفت فردا بخانۂ خویش شراب خور و منجم غزنوی را بخواں و او را
شراب دہ و در غایت مستی از و بپرس کہ ایں اختیار کہ تو کردی چگونہ بود
و منجماں آنرا عیبے ہمی کنند سر آں با من بگوئے۔ آں ندیم چناں کرد
در مستی از وے بپرسید۔ غزنوی گفت من دانستم کہ از دو بیروں نباشد

آں لشکر شکستہ شود یا ایں شود، اگر آں لشکر شکستہ شود تشریف یابیم و اگر
ایں لشکر شکستہ شود کہ ہمیں پرواز واپس دیگر روز نیابیم با سلطان بگفت
سلطان بفرمود تا کاہن غزنوی را اخراج کردند و گفت ایں چنیں کس کہ او را
در حق مسلماناں ایں اعتقاد باشد شوم باشد و منجمان خویش را بخواند و بر ایشاں
اعتماد کرد و گفت من خود آں کاہن را دشمن داشتم کہ یک نماز نکردے
و ہر کہ شرع را نشاید ما را ہم نشاید۔

حکایت

در شہور سنہ سبع واربعین و خمسمایہ میان سلطان عالم سنجر بن ملکشاہ
و خداوند سلطان علاء الدنیا والدین مصاف افتاد و پدر او بر مصاف غور
شکستہ شد و خداوند سلطان مشرق خلد اللہ ملکہ گرفتار گشت و خداوند زادہ
ملک عالم عادل شمس الدولۃ والدین محمد بن مسعود گرفتار شد بدست امیر
اسفہسالار دبر اقش ہر یوہ و پنجاہ ہزار دینار قرار افتاد کہ برای حضرت
بامیان رود و تحصیل آں مال کند و چوں مالی بہری رسد آں خداوند
زادہ را اطلاق کنند و از جانب سلطان عالم او خود مطلق بود و بوقت
حرکت کردن از ہری تشریف نامزد کردہ بود من بندہ دریں حال بدان
خدمت رسیدم روزے در غایت دلتنگی بہ بندہ اشارت فرمود کہ
آخر ایں کشایش کے خواہد بود و ایں حمل کے برسد آں روز بطریق اختیار
ارتفاعی گرفتم طالع برکشیدم و مجموع بجائے آوردم

مقالهٔ چهارم

در علم طب و هدایت طبیب

طب صناعتی است که بدان صناعت صحت در بدن انسان نگاه دارند و چون زایل شود باز آرند و بیارایند او را بدرازی موی و پاکی روی و خوشی بوی و گشادگی. اما طبیب باید که رقیق الخلق حکیم النفس جید الحدس باشد. و حدس حرکتی باشد که نفس را بود در آراء صائبه یعنی سرعت انتقالی بود از معلوم بمجهول. و هر طبیب که شرف نفس انسان نشناسد رقیق الخلق نبود و تا منطق نداند حکیم النفس نبود و تا مؤید نبود بتأیید الهی جید الحدس نبود و هر که جید الحدس نبود بمعرفت علت نرسد زیرا که دلیل از نبض میباید گرفت، و نبض را حرکت انقباض و انبساط است و سکونی که میان این دو حرکت می‌افتد و میان اطبا خلاف است گروهی گفته‌اند که حرکت انقباض را احساس نشاید یافتن. اما افضل المتأخرین ابو علی الحسین بن عبدالله بن سینا در کتاب قانون میگوید که حرکت انقباض را در توان یافتن بدشواری اندر تنهای کم گوشت. و نبض ده جنس است و هر یکی اندر منقسم شود به سه نوع دو طرفین و یکی اعتدال و تا تأیید الهی با صواب

او همراه نبود و فکرت مصیب نتواند بود و تفسره را نیز همچنان
الوان و رسوب او نگاه داشتن و از هر لونے بر حالتے دلیل گرفتن
نه کارے خرد است این همه دلائل بتائید الهی و هدایت پادشاهی
میسّر شد و این معنے است که ما او را بعبارات جنس یاد کرده ایم
و تا طبیب منطق نداند و جنس نه و نوع نشناسد و میان فصل و خاصه
و عرض فرق نتواند کرد و علّت نشناسد و چون علّت نشناسد در علاج
مصیب نتواند بود و ما اینجا مثلے بزنیم تا معلوم شود که چنین است که
بیشتر گوئیم مرض جنس آمد و تب و صداع و زکام و سرسام و حصبه و یرقان
نوع و هر یکے بفصلے از یکدیگر جدا شوند و این هر یکے باز جنس شوند
مثلاً تب جنس است و حمّی یوم و غب و شطر الغب و ربع انواع و هر یکے
بفصلے ذاتی از یک دیگر جدا شوند چنانکه حمّی یوم جدا شود از دیگر تبها بدانکه
درازترین مدت او یک شبان روز بود و در بیشتر گرانی و کاهلی و درد سر باشد
و تب مطبقه جدا شود از دیگر تبها بدانکه چون بگیرد تا چند روز باز نشود و تب
غب جدا شود از دیگر تبها بدانکه روزے بیاید و دیگر روز نیاید و تب
شطر الغب جدا شود از دیگر تبها بدانکه یک روز سخت تر آید و روز دیگر
کمتر باشد و یک روز آهسته تر آید و در جنبش دراز تر بود و تب ربع
جدا شود از دیگر تبها بدانکه روزے بیاید و دیگر روز نیاید و سوم نیاید
و چهارم بیاید و این هر یکے باز جنس شوند ایشان را انواع پدید آید
چون طبیب منطق داند و حاذق باشد و بداند که کدام تب است

و مادۂ آں تب چیست مرکب است یا مفرد و در معالجت مشغول شود
و اگر در شناختن علت در ماند بخدائے عزوجل باز گردد و از و استعانت
خواہد و اگر در علاج فرو ماند ہم بخدائے باز گردد و از و مدد خواہد کہ بازگشت
ہمہ بدوست۔

حکایت

در سنہ اثنی عشرۃ و خمسمایۃ در بازار عطاران نشاپور بدکان محمد حکیم طبیب
از خواجہ امام ابوبکر دقاق شنیدم کہ او گفت در سنہ اثنین و خمسمایۃ
یکے از شاہیر نشاپور را قولنج بگرفت و مرا بخواندند بدیدم و معالجت مشغول
شدم و آنچہ دریں باب فراز آید بجائے آوردم البتہ شفا روئے نمود
و سوم روز بر آں بانگ نماز شام بازگشتم نا امید بر آنکہ شب بیمار
درگذرد و دریں رنج بخفتم صبحدم بیدار گشتم و شکستہ خاطر بودم کہ در
گذشتہ بود۔ بیامم برشدم و روئے بدال جانب آوردم و نیوشہ
کردم ہیچ آوازے نشنیدم کہ برگذشتن او دلیل بودے سورۂ
فاتحہ بخواندم و از آں جانب بدمیدم و گفتم الٰہی و سیدی و مولای
تو گفتہ در کلام مجید و کتاب محکم وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ
شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ و متحسر ہمی خوردم کہ جوان بود و منعم
و متنعم و کامران بجائے تمام داشت پس وضو ساختم و بمصلّے شدم
و سنت بگزاردم یکے در سرائے بزد و نگاہ کردم کسی از و بود

یادگار سید اسمعیل جرجانی زیرا که بر حافظه اعتمادی نیست که در آخر
موخر و لاغ باشد که دیرتر در عمل آید این مکتوب او را معین باشد۔ پس
هر پادشاه که طبیب اختیار کند این شرائط که شمردیم باید که اندر یافته باشد
که نه این سهل کاریست جان و عمر خویش بدست هر جاهلی دادن و تدبیر
جان خود در کنار هر غافل نهادن۔

حکایت

بختیشوع یکے از فضلای بغداد بود طبیبی حاذق و مشفق صادق بود
و مرتب بخدمت مامون مگر از بنی هاشم از اقربای مامون یکے را اسهال اُفتاد
مامون را بدان قریب و بستگی تمام بود بختیشوع را بفرستاد تا
معالجت او بکند او بر پائے خاست و جان بر میان بست از جهت
مامون و با انواع معالجت کرد هیچ سود نداشت و از انواع معالجت
آنچه یاد داشت بکرد و البته فایده نکرد و کار از دست بشد و از
مامون خجل بود و مامون بجای آورد که بختیشوع خجل است باز گفت
یا بختیشوع خجل مباش تو جهد خویش و بندگی خویش بجای آوردی لیکن
خدائے عزوجل نمی خواهد بقضا رضا ده که یاد او هم بختیشوع چون مامون را
مایوس دید گفت یک معالجت دیگر مانده است باقبال امیر المومنین بکنم
اگرچه مخاطره است امّا امید که باری تعالی راست آرد و بیمار زهره و دل
بجا و شکسته باشد پس مسهل بساخت و به بیمار داد

آن روز که مسهل خورد زیادت شد، دیگر روز باز ایستاد و اطبا ازو
سوال کردند که این چه مخاطره بود که تو کردی، جواب داد که مادهٔ
این اسهال از دماغ بود و تا از دماغ فرو نیاید این اسهال
منقطع نگشتی و من ترسیدم که اگر مسهل دهم نباید که قوت با اسهال
وفا نکند، چون دل بر گرفتند گفتم آخر در مسهل امید است و در نادادن
هیچ امید نه، بدادم و توکل بر خدای کردم که او توانا است باری تعالی
توفیق داد و نیکو شد و قیاس درست آمد زیرا که در مسهل نادادن مرگ
متوقع بود و در مسهل دادن مرگ و زندگانی هر دو متوقع بود، مسهل
دادن اولیٰ تر دیدم۔

حکایت

شیخ رئیس حجة الحق ابوعلی سینا حکایت کرد اندر کتاب مبدأ و معاد
در آخر فصل امکان وجود امور نادرة عن هذه النفس همی گوید که [illegible]
و شنودم که یا حضرت طبیبی مجلس یکی از ملوک سامان و قبول او تا بجای
بدرجه رسید که در حرم شدی و نبض محرمات و مخدرات بگرفتی، روزی
با ملک در حرم نشسته بود بجائی که ممکن نبود که هیچ نرینه آنجا بودی البته [illegible]
[illegible] خوردنی خواست، کنیزکان خوردنی آوردند، کنیزکی خوان از سر بر
خوان از سر برگرفت و دو تا شد که بر زمین نهاد، خواست که راست شود
نتوانست شد، همچنان بماند بسبب ریحی غلیظ که در مفاصل او حادث شد

شاه ملک روی به طبیب کرد که در حال او را معالجت باید کرد و بهر وجه که باشد
و اینجا تدبیر طبیعی هیچ وجه نبود و مجال نداشت به سبب دوری
ادویه [illegible] بند تدبیر نفسانی کرد و بفرمود تا مقنعه از سر وی فرو
کشیدند و موی او برهنه کردند تا شرم دارد و حرکتی کند و او را آن
حالت منکر آید که جامع سر وی [illegible] او برهنه باشد تغیر گرفت و دست
تشنج از آن ببرد بفرمود تا شلوارش فرو کشیدند بشرم داشت و
حرارتی در باطن او حادث شد چنانچه آن ریح غلیظ را تحلیل کرد و او
راست ایستاد و مستقیم و سلیم بازگشت اگر طبیب حکیم و قادر نبودی
او را این استنباط نبودی و ازین معالجت عاجز آمدی که [illegible]
از چشم پادشاه بیفتادی پس معرفت اشیا طبیعی و [illegible]
طبیعی ازین باب است والله اعلم

حکایت

یکی از ملوک آل سامان امیر منصور بن نوح بن نصر را عارضه افتاد که
مزمن گشت و بر جای بماند اطبا در آن معالجت عاجز آمدند امیر منصور
کس فرستاد و محمد بن زکریا رازی را بخواند تا به معالجت او بیاید تا [illegible]
[illegible] بکنار جیحون رسید [illegible] به کشتی نشستم
قال الله تعالی ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة [illegible]
[illegible] که خویشتن را بدست خویشتن در تهلکه نباید افگند [illegible] تا که

وتنگ کشیده بر دیگر ما به پداختند و کار بداری غلام خویش را بفرمود و از
خدم و حشم هیچکس را اگر پایه فرو نگذاشت پس ملک را در گرمابه ببالین نشانده
و آب فاتر بر وی همی ریخت شربتی که کرده بود چاشنی کرد و بدو داد تا بخورد و
چندانی بداشت که اخلاط را در مفاصل نضجی پدید آمد پس بفرمود تا جامه در
پوشید و بیامد و در برابر امیر بایستاد و سقط چند بگفت که ای زناوکذا او
فرمودی تا مرا ببستند و بکشتی اگر فرزند و در خون من شدند اگر مکافات آن
جان نستانم پسر زکریا امیر بغایت در خشم شد و از جای خویش در آمد بسر
زانو محمد زکریا کارد برکشید تشدید زیادت کرد امیر یکی از خشم و یکی از
بیم تمام برخاست و محمد زکریا چون امیر را برپای دید برگشت و از گرمابه
بیرون آمد او و غلام هر دو پای به اسب و استر در آوردند و روی
بآموی نهادند نماز دیگر از آب بگذشتند و تا مرو هیچ جای نایستادند
چون بمرو رسید نامه نوشت بخدمت امیر که زندگانی پادشاه دراز باد
در صحت بدن و نفاذ امر خادم معالج آغاز کرد و آنچه ممکن بود بجای آورد
حرارت غریزی با ضعفی تمام بود و علاج طبیعی دراز کشیدی دست
از آن بداشتم و بعلاج نفسانی آمدم و بگرمابه بردم و شربتی بدادم
و رها کردم تا اخلاط نضجی تمام یافت پس پادشاه را بخشم آوردم
حرارت غریزی را مدد حادث شد و قوت گرفت و آن اخلاط نضج پذیرفته
را تحلیل کرد و بعد ازین مواجهه نیست که میان من و پادشاه جمع آید
اما چون امیر بر پای خاست و محمد زکریا بیرون شد و برنشست حالی او را

غشی آورد چوں بهوش باز آمد بیروں آمد و خدمتگاران را آواز داد و گفت طبیب کجا شد گفتند از گرمابه بیروں آمد و پائے در اسپ گردانید و غلامش پائے در استر و برفت۔ امیر دانست که مقصود چه بوده است پس بپائے خویش از گرمابه بیروں آمد۔ خبر در شهر افتاد و امیر بار داد و خادم و حشم و رعیت جمله شادیها کردند و صدقها دادند و قربانها کردند و جشنها پیوستند و طبیب را هر چند بجستند نیافتند۔ هفتم روز غلام محمد زکریا در رسید بر آں استر نشسته و اسپ جنیبت کرده و نامه عرض کرد امیر نامه بر خواند و عجب داشت و او را معذور خواند و تشریف فرمود از اسپ و ساخت و جبه و دستار و سلاح و غلام و کنیزک و بفرمود تا برسے از املاک مامون هر سال دو هزار دینار زر و دویست خروار غله بنام وے همی رسانند و ایں تشریف و آورا نامه بدستِ معروفے بمرو فرستاد امیر صحت کلی یافت و محمد زکریا بمقصود بخانه رسید۔

حکایت

ابوالعباس مامون خوارزمشاه وزیرے داشت نام او ابوالحسن احمد بن محمد السهیلی مردے حکیم طبع و کریم نفس و فاضل و خوارزمشاه همچنیں حکیم طبع و فاضل دوست بود و بسبب ایشاں چندیں حکیم و فاضل بر آں درگاه جمع شده بودند چوں ابوعلی سینا و ابوسهل مسیحی و ابوالخیر خمار و ابوریحان بیرونی و ابونصر عراق اما ابونصر عراق برادرزاده خوارزمشاه بود۔

و در علم ریاضی و انواع آں ثانی بطلیموس بود و ابو الخیر خمار در طب ثالث بقراط
و جالینوس بود - و ابو ریحان در نجوم بجائے ابو معشر و احمد بن عبد الجلیل
بود و ابو علی سینا و ابو سہل مسیحی خلف ارسطاطالیس بودند در علم حکمت
کہ شامل است ہمہ علوم را ایں طائفہ دراں خدمت از دنیا و می بے
نیاز می داشتند و با یکدیگر انسے در محاورت و عیشے در مکاتبت میکردند
روزگار بر نہ پسندید و فلک روا نداشت آں عیش برایشاں منغص شد آں
روزگار برایشاں بزیاں آمد - از نزدیک سلطان یمین الدولہ محمود معروفے
رسید با نامہ مضمون نامہ آنکہ شنیدم کہ در مجلس خوارزم شاہ چندکس اند از
اہل فضل کہ عدیم النظیر ند چوں فلاں و فلاں باید کہ ایشاں را بمجلس ما فرستی
تا ایشاں شرف مجلس ما حاصل کنند و ما بعلوم و کفایات ایشاں مستظہر
شویم و آں منت از خوارزمشاہ داریم و رسول وے خواجہ حسین بن علی
میکال بود کہ یکے از افاضل و اماثل عصر و اعجوبہ بود از رجال زمانہ و کار
محمود در اوج دولت ملک او رونقے داشت و دولت او علوے و ملوک
زمانہ او را مراعات ہمے کردند و شب از و باندیشہ ہمے خفتند خوارزمشاہ
خواجہ حسین میکال را بجائے نیک فرود آورد و علوفہ شگرف فرمود و پیش
از آنکہ او را بار داد حکما را بخواند و ایں نامہ برایشاں عرضہ کرد و گفت محمود
قوی دست است و لشکر بسیار دارد و خراسان و ہندوستان ضبط کردہ است
و طمع در عراق بستہ من نتوانم کہ مثال او را امتثال نہ نمایم و فرمان او را
نفاذ نہ پیوندم شما دریں چہ گوئید ابو علی و ابو سہل گفتند ما نرویم

اما ابونصر و ابوالخیر و ابوریحان رغبت نمودند که اخبار صلات و هبات
سلطان همی شنیدند پس خوارزمشاه گفت شما دو تن را که رغبت
نیست پیش از آنکه من این مردرا بار دهم شما سر خویش گیرید پس
خواجه اسباب بوعلی و ابوسهل بساخت و دلیلی همراه ایشان کرد
و از راه گرگان روی بگرگان نهادند روز دیگر خوارزمشاه حسین علی
میکال را بار داد و نیکوئیها پیوست و گفت نامه خواندم و بر مضمون نامه
و فرمان پادشاه وقوف افتاد - ابوعلی و ابوسهل برفته اند لیکن ابونصر
و ابوریحان و ابوالخیر بسیج میکنند که پیش خدمت آیند و باندک روزگار
برگ ایشان بساخت و با خواجه حسین میکال فرستاد و در بلخ بخدمت سلطان
یمین الدوله محمود آمدند و بحضرت او پیوستند و سلطان را مقصود از ایشان
ابوعلی بوده بود و ابونصر عراق نقاش بود بفرمود تا صورت بوعلی بر کاغذ
نگاشت - نقاشان را بخواند تا بر آن مثال چهل صورت نگاشتند و با
مناشیر با طراف فرستادند و از اصحاب اطراف درخواست که مردی است
بدین صورت و او را ابوعلی سینا گویند - طلب کنند و او را بمن فرستند
اما چون ابوسهل با کس ابوالحسین السهیلی از نزد خوارزمشاه برفتند چنان
کردند که بامداد او را پانزده فرسنگ رفته بودند بامداد بسر چاهسارے
فرود آمدند - پس ابوعلی تقویم برگرفت و بنگریست تا بچه طالع بیرون
آمده است - چون بنگریده روی بابوسهل کرد و گفت بدین طالع که
ما بیرون آمده ایم راه گم کنیم و شدت بسیار بینیم ابوسهل گفت،

مَرِضْنَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ۔ من خود ہمے دانم کہ ازیں سفر جان نبرم کہ تقدیر
من دریں دور روز بعیوق مے رسد و او قاطع است مرا امیدے
نماندہ است و بعد ازیں میانِ ما ملاقاتِ نفوس خواہد بود۔ پس برانند
ابو علی حکایت کرد کہ روزے چہارم بادے برخاست و گرد و بر انگیخت
و جہان تاریک شد و ایشاں راہ گم کردند و باد طریق را محو کرد و چوں باد بیارامید
دلیل ایشاں گمراہ تر شدہ بود و در آں گرمائے بیابانِ خوارزم از بے آبی
و تشنگی ابو سہل مسیحی بعالمِ انتقال کرد و دلیل و ابو علی با ہزار شدائد بباورد
افتادند۔ دلیل باز گشت و ابو علی بطوس رفت و بنشاپور رسید۔ خلق را
دید کہ ابو علی را مے طلبیدند۔ متفکر بگوشہ فرود آمد و روزے چند
آنجا بود و از انجا بگرگاں نہاد کہ قابوس پادشاہِ گرگان بود و مردے
بزرگ و فاضل دوست و حکیم طبع بود ابو علی دانست کہ او را آنجا
آفتے نرسد۔ چوں بگرگاں رسید بکاروانسرائے فرود آمد۔ مگر در ہمسائگی
او یکے بیمار شد معالجت کرد بہ شد۔ بیمارے دیگر را نیز معالجت کرد
بہ شد بامداد و قارورہ آوردن گرفتند و ابو علی ہمے نگریست و دخلش پدید
آمد و روز بروز مے افزود روزگارے چنیں میگذاشت۔ مگر یکے از
اقربائے قابوس وشمگیر را کہ پادشاہِ گرگان بود عارضہ پدید آمد و اطبا
معالجتِ او برخاستند و جہد کردند و جدے تمام نمودند علت بشفا
نہ پیوست و قابوس را عظیم دراں دلبستگی بود تا یکے از خدم قابوس را
گفت کہ درفلاں تیم جوانے است عظیم طبیب و بغایت امبارک

دست و چندکس بر دست او شفا یافت قابوس فرمود که او را طلب کنید
و بسر بیمار برید تا معالجت کند که دست از دست مبارک تر بود
پس ابوعلی را طلب کردند و بسر بیمار بردند جوانے دید بغایت خوبروئے
و متناسب اعضا خط اثر کرده و زار افتاده پس بنشست و نبض او بگرفت
و تفسره خواست و بدید پس گفت مرا مردے باید که عرفات و محلات
گرگان را همه شناسد بیاوردند و گفتند اینک ابوعلی دست بر نبض بیمار نهاد و
گفت بر کوئے و محلتهائے گرگان نام برده آنکس آغاز کرد و نام محلتها گفتن
گرفت تا رسید بمحلتے که نبض بیمار در ان حالت حرکتے غریب کرد پس بوعلی گفت
ازین محله کوچها برده آنکس بر داده تا رسید بنام کوئے که آن حرکت معاودت
کرد پس بوعلی گفت کسے میباید که درین کوئے همه سراهارا بداند بیاوردند
و سراهارا بر داده گرفت تا رسید بدان سرائے که این حرکت باز آمد بوعلی گفت
اکنون کسے باید که نامهائے اهل سرائے بتمام داند و بر دهد بیاوردند
بر داده گرفت تا آمد بنامے که همان حرکت حادث شد آنگه بوعلی گفت
تمام شد پس روئے بمعتمدان قابوس کرد و گفت این جوان در فلان محله در
فلان کوئے در فلان سرائے بر دختر فلان و فلان نام عاشق است و داروئے او
وصال آن دخترست و معالجت او دیدار او باشد بیمار گوش داشته بود
و هر چه خواجه ابوعلی مے گفت مے شنید از شرم سر در جامه خواب کشید چون
استطلاع کردند همچنان بود که خواجه ابوعلی گفته بود پس این حال را پیش قابوس
رفع کردند قابوس را عظیم عجب آمد و گفت او را بمن آرید خواجه ابوعلی را

پیش قابوس بردند و قابوس صورت ابوعلی داشت کہ سلطان الدولہ فرستادہ بود
چون پیش قابوس آمد گفت اَنتَ ابوعلی گفت نعم یا ایہا آل ملک
زال معظم قابوس از تخت فرود آمد و چند گام ابوعلی را استقبال کرد و
در کنارش گرفت و با او بر یک نہالی پیش تخت بنشست و بزرگیہا پیوست و نیکو
بپرسید و گفت اجل فاضل و فیلسوف اکمل کیفیت این معالجہ البتہ با من بگوی ابوعلی
گفت چون نبض و تفسرہ بدیدم مرا یقین گشت کہ علت عشق است و از کتمان
سرّ حال بدینجا رسیدہ است اگر از وی سوال کنم راست نگوید پس دست بر نبض
او نہادم و نام محلات بگفتند چون بمحلہ معشوق رسید عشق او را بجنبانید حرکت بدل شد
دانستم کہ در آن محلہ است بگفتم تا نام کویہا بگفتند چون نام کوی معشوق خویش شنید
ہمان معنی حادث شد نام کوی نیز بدانستم بفرمودم سرایہا را نام بردند چون بنام
سرای معشوق رسید ہمان حالت ظاہر شد سرای نیز بدانستم بگفتم تا نام اہل سرا
بردند چون نام معشوق خود بشنید نہایت متغیر شد معشوق را نیز بدانستم پس
با او بگفتم و او منکر نتوانست شدن مقر آمد قابوس ازین معالجت شگفتی بسیار
نمود و متعجب بماند و الحق جای تعجب بود پس گفت یا اجل افضل اکمل عاشق
و معشوق ہر دو خواہرزادگان منند و خالہ زادگان یکدیگر اختیاری بکن تا عقد ایشان بکنیم
پس خواجہ ابوعلی اختیاری پسندیدہ بکرد و آن عقد بکردند و عاشق و معشوق را بہم پیوستند
و آن جوان پادشاہزادہ خوب صورت از چنان رنجی کہ بمرگ نزدیک بود برست
بعد از آن قابوس خواجہ ابوعلی را ہر چہ نیکوتر بداشت و از آنجا بری شد بوزارت شہنشاہ
علاء الدولہ افتاد و آن خود معروف است اندر تاریخ ایام خواجہ ابوعلی سینا۔

حکایت

صاحب کامل الصناعة طبیب عضدالدوله بود بیماری بشهر شیراز از دوران شهر
حمالی بود که چهار صد من یا پانصد من بار بر پشت گرفتی یک روز پنج شش بار آن حمال را
درد سر گرفتی و بیقرار شدی و ده یا پانزده شبانه روز همچنان بماندی یکبار او را آن
درد سر گرفته بود و هفت هشت روز برآمده و چندبار نیت کرده بود که خویشتن را بکشد
آخر اتفاق چنان افتاد که آن طبیب بزرگ روزی بدر خانهٔ آن حمال بگذشت
برادران حمال پیش او دویدند و خدمت کردند و او را بخدای عزوجل سوگند دادند
و احوال برادر و درد سر او بطبیب بگفتند طبیب گفت او را بمن نمایید پس آن
حمال را پیش او بردند چون بدیدش مردی شگرف و قوی هیکل و جفتی کفش در پا
کرده که هر پایی منی و نیم بود پس نبض او بدید و قاروره بخواست گفت
او را با من بصحرا آرید چنان کردند چون بصحرا شدند طبیب غلام خویش را گفت
دستار حمال از سرش فرو گیر و در گردن او کن و بسیار بتاب پس غلام دیگر را
گفت کفش او از پایش بیرون کن و ده بیست بر سرش زن غلام چنان کرد
فرزندان او بفریاد آمدند اما طبیب محتشم و محترم بود هیچ نتوانستند کرد
پس غلام را گفت که آن دستار که در گردن او تافته بگیر و بر اسب من نشین و او را
با خود کشان همی دوان غلام همچنان کرد و او را در آن صحرا بسیار بتازانید چنانکه خون
از بینیش بگشاد وگفت اکنون رهاش کنید بگذاشتند و آن خون همی رفت گنده تر از مردار آن
مرد در میان رعاف در خواب شد و درستی سه چهار من خون از بینی او برفت و باز ایستاد

پس او را برگرفتند و بخانہ آوردند از خواب در نیامد و شبانروزے خفتہ بماند و آں
دردِ سر او برفت و معالجہ محتاج نیفتاد و معاودت نکرد و عضدولہ او را
از کیفیتِ آں معالجت پرسید گفت اے پادشاہ آں خون نہ مادہ ے بود
در دماغ کہ بپارۂ فقّاع افزود آں علتے و جہ معالجتش جز ایں نبود کہ کردم۔

حکایت

مالیخولیا علتے ست کہ اطبا در معالجتِ او فرو مانند۔ اگرچہ امراضِ سوداوی
ہمہ مزمن است لیکن مالیخولیا خاصیتے دارد بدیر زائل شدن و ابوالحسن بن یحییٰ
اندر کتابِ معالجتِ بقراطی کہ اندر طب کس چناں کتابے نکردہ است برشمرد
از ائمہ حکما و فضلا و فلاسفہ کہ چند از ایشاں بداں علت معلول گشتہ اند اما
حکایت کرد مرا استادِ من الشیخ الامام ابوجعفر بن محمد ابی سعد المعروف بسرخ (؟)
از الشیخ الامام محمد بن عقیل القزوینی از امیر فخرالدولہ باکالیجار البویہی کہ یکے را از
اعزۂ آلِ بویہ مالیخولیا پدید آمد و او را در ایں علت چناں صورت بست کہ او
گاوے شدہ است ہمہ روز بانگ ہمے کرد و ایں و آنرا ہمے گفت کہ مرا
بکشید کہ از گوشتِ من ہریسہ نیکو آید تا کار بدرجہ رسید کہ نیز ہیچ نخورد و روزہا
برآمد و نہار کرد و اطبا در معالجتِ او عاجز آمدند و خواجہ ابو علی اندریں حالت
وزیر بود و شاہنشاہ علاؤالدولہ محمد بن دشمنزیار بروے اقبالے داشت
و جملہ ملک در دستِ او نہادہ بود و کلی شغل برائے و تدبیرِ او باز گذاشتہ و الحق
بعدِ اسکندر کہ ارسطالیس وزیرِ او بود ہیچ بادشاہ چوں ابو علی وزیر نداشتہ بود

وریں حال کہ خواجہ ابوعلی وزیر بود ہر روز پیش از صبحدم برخاستے واز
کتاب شفا دو کاغذ تصنیف کردے چون صبح صادق بدمیدے شاگردان را
بار دادے چون کیا رئیس بہمنیار وابومنصور بن زیلہ و عبدالواحد جوزجانی و سلیمان
دمشقی و من کہ باکالیجارم تا وقت اسفار سبق ہمی خواندیمے و در پے او نماز کردیمے و تا
بیرون آمدیمے ہزار سوار از مشاہیر و معارف و ارباب حوائج و اصحاب اغراض
بر در سرائے او گرد آمدہ بودے و خواجہ برنشستے و آن جماعت در خدمت او
برفتندے چون بدیوان رسیدے سوار دو ہزار شدہ بودے پس بدیوان تا نماز پیشین
بماندے و چون بازگشتے بخوان آمدے جماعتے با او نان خوردندے پس بقیلولہ
مشغول شدے و چون برخاستے نماز بکردے و پیش شاہنشاہ شدے و تا نماز
دیگر پیش او مفاوضہ و محاورہ بودے میان ایشان در مہمات ملک و تن بہ تن بودندے کہ
ہرگز ثالثے نبودے و مقصود ازین حکایت آن است کہ خواجہ را ہیچ فراغت
نبودے پس چون اطبا از معالجت آن جوان عاجز آمدند پیش شاہنشاہ اعظم
معظم علاء الدولہ آن حال بگفتند و او را شفیع برانگیختند کہ خواجہ را بگوید تا آن
جوان را علاج کند علاء الدولہ اشارت کرد و خواجہ قبول کرد پس گفت آن
جوان را بشارت دہید کہ قصاب مے آید تا ترا بکشد و آن جوان چون بشنید
شادی ہمی کرد پس خواجہ برنشست چنانکہ با کوکبہ بر در سرائے بیمار آمد با
ودو در رفت و کاردے بدست گرفت گفت این گاو کجاست تا او را بکشم آن
جوان ہمچو گاو بانگے کرد یعنی اینجاست خواجہ گفت بمیان سرائے آرید و
دست و پائے او ببندید و فرو افگنید بیمار چون آن بشنید بدوید و بمیان سرائے آمد

و بر پہلوئے راست خفت و پائے او سخت ببستند پس خواجہ ابوعلی بیامد و کارد بکارد
بمالید و فرو نشست و دست بر پہلوئے او نہاد چنانکہ عادتِ قصابان بود
پس گفت وہ این چہ گاو لاغرے است این را نشاید کشتن علف دہید تا فربہ
شود و برخاست و بیرون آمد و مردم را گفت کہ دست و پائے او بکشائید و
خوردنی آنچہ فرمایم پیش او برید و او را گوئید بخور تا زود فربہ شوی چنان کردند کہ
خواجہ گفت خوردنی پیش او بردند و او بستد و میخورد و بعد ازاں ہر شربتے و دوائے کہ
خواجہ فرمودے بدو دادندے و گفتندے کہ نیک بخور کہ این گاو را نیک فربہ کند
او بشنودے و بخوردے بداں امید کہ فربہ شود تا او را بکشند پس اطبا دست
بمعالجتِ او برکشادند چنانکہ خواجہ ابوعلی میفرمود بیک ماہ را باصلاح آمد و صحت
یافت و ہمہ اہل خرد دانند کہ این چنین معالجت نتوان کرد الا بفضلے کامل
و علمے تمام و حدسے راست۔

حکایت

در عہد ملک شاہ و بعضے از عہدِ سنجر فیلسوفے بود بہرات و او را ادیب اسمٰعیل
گفتندے مردے سخت بزرگ و فاضل و کامل اما اسباب او و معاش او از
دخلِ طبیبی بودے و او را ازیں جنس معالجات نادرہ بسیار است مگر وقتے بازار
کشتاں را بر میگذشت قصابے گوسفندے را سلخ میکرد و گاہ گاہ دست در شکم
گوسفند کردے و پیہ گرم بیروں کردے و ہمے خورد خواجہ اسمٰعیل چوں آں حالت بدید
در برابرِ او بقالے را گفت کہ اگر وقتے این قصاب بمیرد پیش از آنکہ او را بگور کنند

مرا خبر کن بقال گفت سپاس دارم چون این حدیث را شیخ شنیدش برآمد
یک روز بامداد خبر افتاد که دوش فلان قصاب بمرد بمفاجات هیچ علت
و بیماری نکشید و این بقال بتعزیت شد خلقی دید جامه دریده و جمله در حسرت
او همی سوختند که جوان بود و فرزندان خرد داشت پس آن بقال را سخن خواجه اسمعیل
یاد آمد بدوید و وی را خبر کرد خواجه اسمعیل گفت و برخیز بر این قصاب رفت و
بدان سرای شد و چادر از روی مرده برداشت و نبض او در دست بگرفت
و یکی را فرمود تا عصا بر پشت پای او همی زد پس از ساعتی وی را گفت بسنده
است پس علاج سکته آغاز کرد و روز سوم مرده برخاست و اگرچه مفلوج شد
سالها بزیست پس از آن مردمان عجب داشتند و آن بزرگ از پیش
دیده بود که او را سکته خواهد بود

حکایت

شیخ الاسلام عبدالله انصاری قدس الله روحه با این خواجه تعصب کردی
و بارها قصد او کرد و کتب او بسوخت و این تعصب بود و بی که مردمان در وی
اعتقاد کرده بودند که او مرده زنده میکند و آن اعتقاد عوام را زیان میداشت
مگر شیخ بیمار شد و در میان مرض فواق پدید آمد و هرچه اطبا علاج کردند سود
نداشت نا امید شدند آخر بعد از نا امیدی قاروره شیخ بدو فرستادند و علاج
خواستند بنام غیری خواجه اسمعیل چون قاروره بنگرید گفت این آب فلان است و
فواقش پدید آمده است و دران عاجز شده اند و او را بگو تا [illegible]

مغز پسته با یک استار شکر عسکری بکوبند و او را دهند تا باز رهد و بگوید که علم
بباید آموخت و کتاب نباید سوخت پس از این دو چیز سفوفی سازند و بیمار
بخورد و حال فواق بنشست و بیمار بیاسود۔

حکایت

یکی را از شاهان شهر اسکندریه بعهد جالینوس سر درد گرفت و بیقرار
شد و هیچ تیمار اطبا جالینوس اثر نکرد پس فرستاد که بر سر کتفش نهند چنان کردند
که جالینوس فرموده بود در حال درد بنشست و بیمار تندرست شد اطبا در عجب
بماندند پس از جالینوس پرسیدند که اینجا معالجت بود که کردی گفت آن عصب که
بر سر است درد می‌کرد و مخرج او از سر کتف است من اصل را معالجت کردم فرع نشد

حکایت

فضل بن یحیی برمکی را بر سینه قدری برص پدید آمد عظیم رنجور شد و گرمابه
رفتن بشب انداخت تا کسی بر آن مطلع نشود پس ندیمان را جمع کرد و گفت امروز
عراق و خراسان و شام و پارس که طبیب حاذق تر میدانند باشد پس یعنی که مشهور
تر است گفتند جاثلیق پارس پس بشیراز کس فرستاد و حکیم جاثلیق را از پارس بغداد آورد
و با او بنشست و به سبیل امتحان گفت مرا در پای قدری سیاه شد تدبیر
معالجت چه باید کرد حکیم جاثلیق گفت از کل لبنیات و ترشیها پرهیز کردن
و غذا نخود آب باید خوردن یا گوشت ماکیان یکساله و حلوای زرده مرغ را

بانگبین بدکردن واز آں خوردن چوں ترتیب ایں غذا تمام نظام پذیرد من تدبیر
ادویہ بکنم فضل گفت چنیں کنم پس فضل بر عادت آں شب از ہمہ چیزہا بخورد
وزیر بائے معتقد ساختہ بودند ہمہ بکار داشت۔ ولیکن از مے وروا صبر ہیچ احتراز
نکرد۔ دیگر روز جاثلیق بیامد و قارورہ بخواست و بنگریست و رویش برافروختہ
وگفت من ایں معالجت نتوانم کرد تراز ترشیہا و لبنیات نہی کردہ ام تو زیربائے
خوردی و از کامہ و انبجات پرہیز نکنی معالجت موافق نیفتد۔ پس فضل بن یحییٰ بر حدس
وحذاقت آں بزرگ آفریں کرد و علت خویش با او درمیان نہاد و گفت مرا
بدیں جہم خواندم و ایں امتحانے بود کہ کردم جاثلیق دست بمعالجت برد و آنچہ
دریں باب بود بکرد روزگارے برآمد ہیچ فائدہ نداشت و حکیم جاثلیق بر خویش
ہمے پیچید کہ ایں چنداں کار نبود و چندیں بکشید تا روزے با فضل بن یحییٰ نشستہ
بود گفت اے خداوند بزرگوار آنچہ معالجت بود کردم ہیچ اثر نکرد مگر پدر از تو
ناخوشنود است پدر را خوشنود کن تا من ایں علت از تو ببرم۔ فضل آں شب
برخاست و نزدیک یحییٰ رفت در پائے او افتاد و رضائے او بطلبید و آں پدر پیر از
وے خوشنود گشت (و جاثلیق او را ہماں انواع معالجت ہمی کرد روئے بہ بہبودی گذارد
و چندے بر نیامد کہ شفائے کامل یافت)۔ پس فضل از جاثلیق پرسید کہ تو چہ دانستی کہ
سبب علت ناخوشنودی پدر است جاثلیق گفت من ہر معالجتے کہ بود بکردم
سود نداشت گفتم ایں مرد بزرگ گداز جائے خوردہ است بنگریستم ہیچکس نیافتم کہ
شب از تو ناخوشنود و بیچ شدتے بلکہ از صدقات و صلات و تشریفات تو بسیار
کس ہے آسودہ است تا خبر یافتم کہ پدر از تو بیازردہ است و میان تو و او نقلے

هست من دانستم که از آنست این علاج بکردم برفت و اندیشهٔ من خطا نبود
بعد از آن فضل بن یحیی بجاثلیق را آواز کرد و بپارس فرستاد

حکایت

در سنهٔ سبع و اربعین و خمسمائه که میان سلطان عالم سنجر بن ملکشاه و خداوندم
علاء الدنیا و الدین الحسین بن الحسین خلد الله تعالی ملکهما و سلطانهما بدر اوبه
مصاف افتاد و لشکر غور را چنان چشم زخمی افتاد و من بنده در هرات چون
متواری گونه همی گشتم بسبب آنکه منسوب بودم بغور و دشمنان هر چیزی همی
گفتند و شماتتے همی کردند در میان شبی بخانهٔ آزاد مردے افتادم و چون نان
بخوردیم من بحاجتے بیرون آمدم آن آزاد مرد که من بسبب او آنجا افتاده بودم
مرا ثنائے میگفت که مردمان او را شاعر شناسند اما بیرون از شاعری خود
مردے فاضل است در نجوم و طب و ترسل و دیگر انواع متبحر است چون
بمجلس باز آمدم خداوند خانه مرا احترامے دیگر گون کرد چنانکه محتاجان کنند و چون
ساعتے بود بنزدیک من نشست و گفت اے فلان یک دختر دارم و بیرون از وے
کس ندارم و نعمتے هست این دختر را علتے هست که در ایام عذر ده پانزده من سرخی
از وے برود و او بغایت ضعیف شود و با طبیبان مشورت کردیم و چند کس علاج
کردند هیچ سود نداشت اگر همی بندد شکم بر وے آید و در وے رنج گیرد و اگر نے
بگشایند سیلان همی افتد و ضعف پدید آید و همی ترسم که نباید که یکبارگی قوت
ساقط گردد گفتم این بار که این علت پدید آید مرا خبر کن و چون روزے ده

برآمد مادرِ بیمار بیامد و مرا پسر و دو دختر را پیشِ من آورد۔ و دختر بچہ پدرم لفافت
نیکو دہشت زدہ و از زندگانی نا امید شدہ بمیدوید در پائے افتاد و گفت
اے پدر از بہرِ خدائے مرا فریاد رس کہ خواہم و جہان ناوید چنانکہ آب
از چشمِ من بجست گفتم دل فارغ دار کہ این سہل است پس فرستادم نبضش
او نہادم قوی یافتم و رنگِ روئے ہم بر جائے بود و از امورِ عشرہ ششہ
موجود بود چون امتلا و قوت و مزاج و سحنہ و سن و فصل و ہوا و بلد و عادت و موافق
ملائمہ و صناعت فصادے را بخواندم و بفرمودم تا ہر دو دستِ او رگِ باسلیق
بگشود و زنان را از پیشِ او دور کردم و طشتے خواستم پس یک وقت پس با مساک
و لشترِ دستگے نیز از خون بر گرفتم و بیمار بیہوش بیفتاد۔ پس بفرمودم تا آتش
آوردند و برابرِ او کباب ہمے کردم و مرغ ہمے گردانیدند تا خانہ از بخارِ کباب
پر شد و بدماغِ او در رفت و باہوش آمد و بجنبید و بنالید پس شربتے بخورد
و مفرحے ساختم او را معتدل و یک ہفتہ معالجت کردم خون بجائے باز آمد
و آن علت زائل شد و عقل بقرارِ خویش باز آمد و او را فرزند خواندم و او مرا پدر
خواند و امروز مرا چون فرزندانِ دیگر است۔

فصل

مقصود از تحریرِ این رسالہ و تقریرِ این مقالہ اظہارِ فضل نیست از کارِ خدمتے
بلکہ ارشادِ مبتدی است و احمادِ خداوندِ مالک معظم موید مظفر منصور حسام الدولہ
والدنیا والدین نصرۃ الاسلام والمسلمین عمدۃ

والسلاطین قامع الکفرة والمشرکین۔ قاہر المبتدعة والملحدین ظہیر الایام مجیر الانام
عضد الخلافة جمال الملة جلال الامة نظام العرب والعجم اصیل العالم
شمس المعالی ملک الامراء ابوالحسن علی بن مسعود بن الحسین نصیر امیر المؤمنین
ادام اللہ جلالہ وزاد فی السعادة اقبالہ کہ پادشاہی را بمکان او مفاخرت
است و دولت را بخدمت او مبادرت، ایزد تبارک وتعالی دولت را
بجمال او آراستہ دارا و ملک را بکمال او پیراستہ و چشم خداوند زادہ
ملک مؤید منصور شمس الدولة والدین بحسن سیرت و سریرت او روشن باد
و بحفظ الٰہی و عنایت پادشاہی بر قد حشمت و قامت عصمت ہر دو جوشن
باد و دل خداوند علی ناصر ملک معظم عالم عادل مؤید مظفر منصور
فخر الدولة والدین ید الاسلام والمسلمین ملک ملوک الجبال ببقاء ہم
شادمانہ مدتے بلند جاودانہ۔

تمت الکتاب

تصحیح شدہ

خاک نشین عندلیب شادانی